قرآن کریم اور سنّت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والسلام کی تعلیمات کا علمبردار

بینات

جلد: ۸۲ شمارہ: ۱۱
ذوالقعدۃ: ۱۴۴۰ھ - جولائی: ۲۰۱۹ء
قیمت فی شمارہ: ۳۵ روپے ، زرِسالانہ: ۴۰۰ روپے

مدیر / مدیر مسئول
مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر

نائب مدیر
مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

مدیر معاون
مولانا محمد اعجاز مصطفی

ناظم
مولانا فضل حق یوسفی

خط وکتابت اور ترسیل زر کا پتہ
دفتر ماہنامہ "بینات" جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ بنوری ٹاؤن
کراچی، پوسٹ کوڈ: 74800، پوسٹ بکس نمبر: 3465
فون دفتر "بینات": 021-34927233

اکاؤنٹ نمبر
اکاؤنٹ نمبر: 0101900-397-7 برانچ کوڈ: 00816
مسلم کمرشل بینک علامہ بنوری ٹاؤن برانچ کراچی

بیرون ملک سے بذریعہ ہوائی ڈاک
ریاست ہائے متحدہ امریکہ، جنوبی افریقہ، تھائی لینڈ، ناروے، ویسٹ
انڈیز وغیرہ : 35 امریکی ڈالر
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، مسقط، بحرین، عمان، ایران، انڈیا
وغیرہ: 27 امریکی ڈالر
بنگلہ دیش: 25 امریکی ڈالر

جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
فون: 34913570 - 34123366 - 34121152 **Ext.** 146 - 147
فیکس: +92-21-34919531
Web: www.banuri.edu.pk ***Email***: bayyinat@banuri.edu.pk

ناشر: مولانا ڈاکٹر عبد الرزاق اسکندر **مطبع:** ایجوکیشنل پریس **طابع:** فیروز زکی

فہرستِ مضامین

بصائر و عبر

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اور اُس کے تقاضے!	۳	محمد اعجاز مصطفی

مقالات و مضامین

ہر کسے را بہر کارے ساختند (جس کا کام اُسی کو ساجھے)	۱۴	محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ
سلسلۂ مکاتیب حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ	۱۷	انتخاب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری
اسلام اور سیکولرزم (قسط:۲)	۲۰	مفتی عبدالرؤف غزنوی
علماء وطلباء سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی باتیں	۲۵	مفتی سمیع الرحمٰن
شرعی عائلی احکام کی دفعہ بندی: قانونِ حضانت (قسط:۴)	۳۰	مفتی شعیب عالم
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم اخلاق	۳۵	انتخاب: مولانا عبدالصمد
استغفار! گناہوں کا تریاق	۳۸	بریداحمد نعمانی
جامعہ بنوری ٹاؤن کا تعلیمی منہج اور کردار...ایک تحقیقی مطالعہ (قسط:۲)	۴۱	ڈاکٹر مولانا انعام اللہ

یادِ رفتگاں

حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ	۵۲	محمد اعجاز مصطفی
شیخ الحدیث حضرت مولانا نور الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت!	۵۴	〃 〃 〃
حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ	۵۵	〃 〃 〃

دار الافتاء

سائٹ پر آن لائن اکاؤنٹ بنا کر پیسے کمانے کا حکم	۵۸	ادارہ

نقد و نظر

	۶۱	ادارہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام اور اُس کے تقاضے!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ وسلامٌ علٰی عبادہٖ الذین اصطفٰی

دینِ اسلام کا منبع اور سرچشمہ وحیِ الٰہی ہے، جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی، خواہ وہ وحیِ الٰہی قرآن کریم کی صورت میں ہو یا سنتِ رسول اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وحیِ الٰہی اور دینِ اسلام کو لینے کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ ہی نے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جیسی مقدس جماعت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت، تعلیم اور تلقین کے لیے منتخب فرمایا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اسلام اور شریعتِ اسلام میں خاص مقام ہے۔ یہ ایک ایسی مقدس جماعت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام اُمت کے درمیان اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ایک واسطہ ہے۔ اس واسطہ کے بغیر نہ اُمت کو قرآن کریم ہاتھ آسکتا ہے، نہ قرآن کریم کے وہ مضامین جن کو قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پر یہ کہہ کر چھوڑا ہے: ’’لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ إِلَیْهِمْ‘‘ (النحل:۴۴) .... ’’آپ بیان کریں لوگوں کے لیے وہ چیز جو آپ کی طرف نازل کی گئی۔‘‘ اور نہ ہی رسالت اور اس کی تعلیمات کا کسی کو اس واسطہ کے بغیر علم ہوسکتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو دنیا کی ہر چیز حتیٰ کہ اپنی آل اولاد اور اپنی جان و مال سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو اپنی جانیں قربان کرکے دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے ارشاد فرمایا:

۱:-’’وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ إِلَیْکُمُ الْإِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ إِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ ، أُولٰئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُوْنَ.‘‘ (الحجرات:۷)

ترجمہ:’’پر اللہ نے محبت ڈال دی تمہارے دل میں ایمان کی اور کھبا دیا (اچھا دکھایا) اس کو تمہارے دلوں میں اور نفرت ڈال دی تمہارے دل میں کفر اور گناہ اور نافرمانی کی، وہ لوگ وہی ہیں نیک۔‘‘

۲:-’’أُولٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْإِیْمَانَ وَأَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ.‘‘ (المجادلۃ:۲۲)

ترجمہ:’’ان کے دلوں میں اللہ نے لکھ دیا ہے ایمان اور ان کی مدد کی ہے اپنے غیب کے فیض سے۔‘‘

۳:-’’وَالسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ.‘‘ (التوبۃ:۱۰۰)

ترجمہ:’’اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلے ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو ان کے پیرو ہوئے نیکی کے ساتھ، اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اُس سے۔‘‘

۴:-’’فَإِنْ أٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا أٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا.‘‘ (البقرۃ:۱۳۷)

ترجمہ:’’سو اگر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح تم ایمان لائے ہدایت پائی انہوں نے بھی۔‘‘

۵:-’’کُنْتُمْ خَیْرَ أُمَّۃٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ.‘‘ (آل عمران:۱۱۰)

ترجمہ:’’تم ہو بہتر سب اُمتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں۔‘‘

۶:-’’وَکَذٰلِکَ جَعَلْنَاکُمْ أُمَّۃً وَّسَطًا.‘‘ (البقرۃ:۱۴۳)

ترجمہ:’’اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو اُمت معتدل۔‘‘

آیت: ۵ اور ۶ کے اصل مخاطب اور پہلے مصداق صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہیں۔

۷:-’’مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ أَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَھُمْ تَرَاھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًا سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ أَثَرِ السُّجُوْدِ.‘‘ (الفتح:۲۹)

ترجمہ:’’محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ کا اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں، تو دیکھے ان کو رکوع میں اور سجدہ میں، ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی، نشانی (پہچان، شناخت) ان کی اُن کے منہ پر ہے سجدہ کے اثر سے۔‘‘

اس آیت میں ’’وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ‘‘ عام ہے، اس میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شامل ہیں، اس میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تزکیہ اور ان کی مدح وثنا خود مالکِ کائنات کی طرف سے آئی ہے۔

۸:-’’یَوْمَ لَا یُخْزِی اللّٰہُ النَّبِيَّ وَالَّذِیْنَ أٰمَنُوْا مَعَہٗ.‘‘ (التحریم:۸)

ترجمہ:’’جس دن کہ اللہ ذلیل نہ کرے گا نبی کو اور ان لوگوں کو جو یقین لائے ہیں اس کے ساتھ۔‘‘

۹:-''قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْ أَدْعُوْا إِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ۔'' (یوسف:۱۰۸)

ترجمہ:''کہہ دے یہ میری راہ ہے، بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھ ہے۔''

۱۰:-''وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى۔'' (الحدید:۱۰)

ترجمہ:''اور سب سے وعدہ کیا ہے اللہ نے خوبی کا۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''إِنَّ اللّٰهَ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهٖ، فَابْتَعَثَهٗ بِرِسَالَتِهٖ ، ثُمَّ نَظَرَ فِيْ قُلُوْبِ الْعِبَادِ بَعْدَ قَلْبِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ قُلُوْبَ أَصْحَابِهٖ خَيْرَ قُلُوْبِ الْعِبَادِ، فَجَعَلَهُمْ وُزَرَاءَ نَبِيِّهٖ يُقَاتِلُوْنَ عَلٰى دِيْنِهٖ ، فَمَا رَأٰى الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ وَمَا رَأَوْا سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّءٌ۔'' (مسند احمد، رقم الحدیث:۳۴۶۸)

''اللہ تعالیٰ نے اپنے سب بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کو ان سب قلوب میں بہتر پایا، ان کو اپنی رسالت کے لیے مقرر کردیا، پھر قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرے قلوب پر نظر فرمائی تو اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلوب کو دوسرے سب بندوں کے قلوب سے بہتر پایا، ان کو اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت اور دین کی نصرت کے لیے پسند کرلیا۔''

۲:-امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''مَنْ كَانَ مُتَأَسِّيًا فَلْيَتَأَسَّ بِأَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، فَإِنَّهُمْ أَبَرُّ هٰذِهِ الْأُمَّةِ قُلُوْبًا وَأَعْمَقُهَا عِلْمًا وَأَقَلُّهَا تَكَلُّفًا وَأَقْوَمُهَا هَدْيًا وَأَحْسَنُهَا حَالًا، قَوْمٌ اخْتَارَهُمُ اللّٰهُ بِصُحْبَةِ نَبِيِّهٖ وَإِقَامَةِ دِيْنِهٖ ، فَاعْرِفُوْا لَهٗ فَضْلَهُمْ وَاتَّبِعُوْا آثَارَهُمْ، فَإِنَّهُمْ كَانُوْا عَلَى الْهُدَى الْمُسْتَقِيْمِ۔'' (شرح السفارینی للدرۃ المضیۃ، ج:۱،ص:۱۲۴)

''جو شخص اقتداء کرنا چاہتا ہے اس کو چاہیے کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کرے، کیونکہ یہ حضرات ساری اُمت سے زیادہ اپنے قلوب کے اعتبار سے پاک، اور علم کے اعتبار سے گہرے اور تکلف و بناوٹ سے دور اور عادات کے اعتبار سے معتدل، اور حالات کے اعتبار سے بہتر ہیں۔ یہ وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اقامت کے لیے پسند فرمایا ہے۔ تو تم ان کی قدر پہچانو اور اُن کے آثار کا اتباع کرو، کیونکہ یہی لوگ مستقیم طریق پر ہیں۔''

۳:-حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِيْ أَصْحَابِيْ ، لَاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِيْ، فَمَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ ، وَمَنْ أٰذَاهُمْ فَقَدْ أٰذَانِيْ وَمَنْ أٰذَانِيْ فَقَدْ أٰذَى اللّٰهَ، وَمَنْ أٰذَى اللّٰهَ فَيُوْشِكُ أَنْ يَّأْخُذَهٗ.‘‘ (ترمذی، ج:۲،ص:۲۲۵)

’’اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو میرے صحابہؓ کے معاملے میں، میرے بعد ان کو (طعن وتشنیع کا) نشانہ نہ بناؤ، کیونکہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا تو میرے بغض کے ساتھ ان سے بغض رکھا، اور جس نے ان کو ایذاء پہنچائی اس نے مجھے ایذاء پہنچائی، اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذاء پہنچائی، اور جو اللہ کو ایذاء پہنچانا چاہتا ہے تو قریب ہے کہ اللہ اس کو عذاب میں پکڑ لے گا۔‘‘

۴:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِيْنَ يَسُبُّوْنَ أَصْحَابِيْ فَقُوْلُوْا: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّكُمْ۔‘‘ (ترمذی، ج:۲،ص:۲۲۵)

’’جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہؓ کو برا کہتے ہیں تو تم ان سے کہو: خدا کی لعنت ہے اس پر جو تم دونوں (یعنی صحابہؓ اور تم) میں سے بدتر ہیں۔‘‘

ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں بدتر وہی ہے جو اُن کو برا کہنے والا ہے۔ اس حدیث میں صحابیؓ کو برا کہنے والا مستحقِ لعنت قرار دیا گیا ہے۔

۵:- علامہ سفارینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’اہل سنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ تمام صحابہؓ کو پاک صاف سمجھے، ان کے لیے عدالت ثابت کرے، ان پر اعتراضات کرنے سے بچے، اوران کی مدح وتوصیف کرے، اس لیے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی کتابِ عزیز کی متعدد آیات میں ان کی مدح وثنا کی ہے۔ اس کے علاوہ اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ کی فضیلت میں کوئی بات منقول نہ ہوتی تب بھی ان کی عدالت پر یقین اور پاکیزگی کا اعتقاد رکھنا اور اس بات پر ایمان رکھنا ضروری ہوتا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری اُمت کے افضل ترین افراد ہیں، اس لیے ان کے تمام حالات اسی کے مقتضی تھے، انہوں نے ہجرت کی، جہاد کیا، دین کی نصرت میں اپنی جان ومال کو قربان کیا، اپنے باپ بیٹوں کی قربانی پیش کی، اور دین کے معاملے میں باہمی خیر خواہی اور ایمان ویقین کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا۔ (عقیدہ سفارینی، ج:۲،ص:۳۳۸)

۶ :- امام ابوزرعہ عراقی رحمۃ اللہ علیہ جو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے اساتذہ میں سے ہیں، ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

’’إذا رأيت الرجل ينتقص أحدا من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم فاعلم أنهٗ زنديق وذٰلک أن القرآن حق ، والرسول حق ، وماجاء بهٖ حق، وما أدّٰى ذٰلک إلينا کلهٗ إلا الصحابةؓ، فمن جرحهم إنما أراد إبطالَ الکتاب والسنة ، فيکون الجرح به أليق، والحکم عليه بالزندقة والضلال أقوم وأحق.‘‘ (ج:۲،ص:۳۸۹)

’’جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) میں سے کسی کی بھی تنقیص کررہا ہے تو سمجھ لو کہ وہ زندیق ہے، اس لیے کہ قرآن حق ہے، رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حق ہے، جو تعلیمات آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے وہ حق ہیں، اور یہ سب چیزیں ہم تک پہنچانے والے صحابہؓ کے سوا کوئی نہیں، تو جو شخص ان کو مجروح کرتا ہے وہ کتاب وسنت کو باطل کرنا چاہتا ہے، لہٰذا خود اس کو مجروح کرنا زیادہ مناسب ہے، اور اس پر گمراہی اور زندقہ کا حکم لگانا زیادہ قرینِ حق وانصاف ہے۔‘‘

ان آیات اور احادیث میں صرف یہی نہیں کہ اصحابِ رسول کی مدح وثناء اور ان کی رضوانِ الٰہی اور جنت کی بشارت دی گئی ہے، بلکہ اُمت کو ان کے ادب واحترام اور ان کی اقتداء کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ ان میں سے کسی کو برا کہنے کی سخت وعید فرمائی ہے، ان کی محبت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، ان سے بغض کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض قرار دیا گیا ہے۔

....

ہمارے ملک میں کرپشن، حرام خوری، لوٹ مار، قتل وقتال، فحاشی اور عریانی تو پہلے سے ہی تھی، لیکن اب اسلامی تہذیب کے علاوہ شعائرِ اسلام کی توہین وتنقیص بھی ایک معمول کی بات بنتی جارہی ہے، پہلے لوگ چھپ چھپا کر اور اپنی قماش کے لوگوں میں بیٹھ کر اسلام اور اہلِ اسلام پر تضحیک یا طعن وتشنیع کے نشتر چلایا کرتے تھے، اب ان سے آگے بڑھ کر الیکٹرانک میڈیا، سوشل میڈیا، حتیٰ کہ ہمارے بزرجمہر اور مقتدر طبقے میں یہ روش عام اور معمول کی بات بن گئی ہے، خصوصاً آج کے حکمران ٹولہ میں یہ بات عام ہوتی جارہی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کے عام مسلمانوں میں دینی تعلیم کے فقدان اور نئی ملحدانہ تعلیم کے رواج نے خود مسلمانوں کے ایک بڑے طبقے کو اسلام، عقائدِ اسلام اور احکامِ اسلام سے بیگانہ کردیا ہے۔ قرآن کریم کا ادب، سنتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ادب اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب واحترام ان کے ذہنوں میں ایک بے معنی لفظ ہوکر رہ گیا ہے۔ مستشرقین اور ملحدین جو ہمیشہ اسلام پہ مختلف جہات سے حملے کرنے اور لوگوں کو گمراہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں، انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق ایسی

غلط اور من گھڑت باتیں اس مقصد سے پھیلائیں کہ مسلمانوں کے دلوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جو اعتقاد اور اعتماد ہے، وہ نہ رہے اور جب اس مقدس جماعت سے اعتماد اُٹھ گیا تو پھر ہر بے دینی کے لیے راستہ ہموار ہوگیا۔ اسی کا شاخسانہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کا وزیراعظم اپنی بجٹ تقریر میں سیاق وسباق کی رعایت کیے بغیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق اسلامی تعلیمات اور اخلاقی آداب سے ہٹ کر ایسے نازیبا اور بے ادبی کے الفاظ کہتے ہوئے نہیں شرماتا، بلکہ متنبہ اور متوجہ کرائے جانے کے باوجود وہ تاحال کوئی معذرت اور معافی کا خواستگار اور خواہاں بھی نظر نہیں آتا۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ جہاں پارلیمنٹ کے اندر اور باہر کے بہت سے حضرات نے وزیراعظم کی اس گستاخانہ، بے باکانہ اور ادب وآداب سے عاری تقریر کی مذمت کی، وہاں اس کے پارٹی کے افراد اور غیر معتبر لوگوں نے بجائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دفاع کرنے کے اپنی پارٹی کے قائد عمران خان کا دفاع شروع کردیا۔

وزیراعظم عمران احمد خان نیازی نے اپنی تقریر میں غزوۂ بدر کے متعلق کہا کہ: ’’جب جنگِ بدر ہوئی تو صرف ۳۱۳ تھے لڑنے والے، باقی ڈرتے تھے لڑنے سے۔‘‘ اور غزوۂ اُحد کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ’’جب جنگ اُحد ہوئی، سرکار مدینہ نے تیر کمان والوں کو کہا کہ: تم نے اپنی پوزیشن نہیں چھوڑنا، جب لوٹ مار شروع ہوئی تو وہ چھوڑ کر چلے گئے، سرکارِ مدینہ کا حکم نہیں مانا۔‘‘ یہ الفاظ کہتے ہوئے ان کا انداز، لب ولہجہ، طرزِ تکلم اور الفاظ کا چناؤ سب کچھ غیر مناسب، غیر مہذب، غیر ذمہ دارانہ اور گستاخانہ تھا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق کہنا کہ وہ جنگ سے ڈرتے تھے، کتنا غیر حقیقی، غیر منطقی اور حقائق سے دور بات ہے۔ اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تو اس موقع پر فرماتے ہیں کہ: اللہ کے رسول! ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے ہر طرف سے لڑیں گے، ہم آپ کو اس طرح کا جواب نہیں دیں گے، جس طرح بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا کہ: آپ اور آپ کا رب جا کر لڑیں، ہم تو یہاں بیٹھنے والے ہیں۔ آپ اگر ہمیں آگ میں کود جانے کا حکم دیں گے تو ہم آگ میں بھی کود جائیں گے۔ یہی غزوۂ بدر ہی ہے جس میں دو چھوٹے بچے معاذ اور معوذ رضی اللہ عنہما بھی شریک ہیں، جنہوں نے ابوجہل پر پہلا حملہ کیا اور اس کو جہنم واصل کرنے کا اعزاز حاصل کیا۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارہ میں کہنا کہ یہ لڑنے سے ڈرتے تھے، **نعوذ باللّٰہ من ذٰلک**۔ جبکہ غزوۂ بدر کا واقعہ اچانک پیش آیا، کیونکہ حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے پیشِ نظر تو ابوسفیان کے قافلہ کو روکنا تھا، جبکہ ابوسفیان مخبری کی بنا پر اپنے قافلہ کو بچا کر لے گیا، لیکن اہلِ مکہ اس کے اطلاع دینے کی بنا پر لڑائی کے لیے ایک ہزار کا لشکر لے کر بدر کے مقام پر

آ گئے اور اُدھر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان سے لڑنے کا حکم دے دیا، جلدی میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شریک ہو سکے وہ شریک ہوئے، لیکن میرے علم میں نہیں کہ آپ ﷺ نے کسی صحابی کو شریک ہونے کا حکم دیا ہو اور اس نے آگے سے انکار کیا ہو، اگر ایسا ہوتا تو شاید کسی حد تک کہا جا سکتا تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لڑنے سے ڈر گئے، جب ایسا ہوا ہی نہیں تو یہ کہنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم لڑنے سے ڈرتے تھے، کتنا مضحکہ خیز بات اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہتان تراشی کے مترادف ہے، البتہ یہ بات ضرور موجود ہے کہ آپ ﷺ نے آٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو واپس مدینہ منورہ واپس بھیج دیا اور مالِ غنیمت میں ان کو حصہ دیا۔

اسی طرح مالِ غنیمت جس کو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے طفیل آپ کے لیے اور آپ کی اُمت کے لیے حلال قرار دیا، اس کو لوٹ مار سے تعبیر کرنا کتنا غیر شائستہ اور گستاخانہ بات ہے۔ اتنی بات تو ٹھیک ہے کہ غزوۂ احد میں بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اجتہادی لغزش ہوئی، جس سے انہوں نے توبہ بھی کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو معاف بھی کر دیا، جیسا کہ: ''وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ'' (آل عمران: ۱۵۵) کا اعلان آج بھی قرآن کریم میں موجود ہے، لیکن مالِ غنیمت کو ''لوٹ مار'' سے تعبیر کرنا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور ﷺ کی بات نہ ماننے والا کہنا کسی اُمتی کے لیے جائز نہیں، اس لیے کہ یہ ضابطہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد دنیا کا کوئی اچھے سے اچھا انسان ایسا نہیں جس سے کوئی لغزش، خطا اور غلطی نہ ہوئی ہو، اسی طرح کوئی برے سے برا انسان ایسا بھی نہیں جس سے کوئی اچھا کام نہ ہوا ہو، بس مدار کار اس پر رہتا ہے کہ جس شخص کی زندگی اچھے اخلاق و اعمال میں گزری ہے، اس کا صدق و اخلاص بھی اس کے عمل سے پہچانا گیا ہے، اس سے کوئی گناہ یا غلطی بھی ہوگئی ہو تو بھی اس کو صلحائے اُمت ہی کی فہرست میں شمار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جو شخص اپنی عام زندگی میں دین کی حدود و قیود کا پابند، احکام شرعیہ کا تابع نہیں ہے، اس سے دو چار اچھے بلکہ بہت اچھے کام بھی ہو جائیں، تو بھی اس کو صلحاء و اولیاء کی فہرست میں شمار نہیں کیا جاتا۔ اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے تقویٰ، طہارت، پاکیزگی، فرمانبرداری، اخلاق کی بلندی، ان کی مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ اور ان سے راضی ہونے کی گواہی خود اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ دے رہے ہیں، ان کے لیے ان کے مرتبہ اور مقام سے فروتر کلمات کہنا کسی اُمتی کے لیے جائز نہیں، چہ جائیکہ ان کو جنگ سے ڈرنے والا اور حضور اکرم ﷺ کا نافرمان اور لوٹ مار کرنے والا کہا جائے۔

....

بالفرض ایک منٹ کے لیے مان لیا جائے کہ جناب وزیر اعظم عمران خان نیازی صاحب سے

یہ الفاظ غیر متوقع طور پر نکلے، ان کی یہ نیت نہیں تھی تو صوبہ کے پی کے میں جہاں پچھلے چھ سالوں سے پی ٹی آئی کی حکومت ہے، وہاں کی نویں کلاس کی دینیات میں سورۃ الانفال کی آیت:

''وَاعْلَمُوْا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ االسَّبِيْلِ.'' (الانفال:۴۱)

ترجمہ: ''اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے سو اللہ کے واسطے ہے اس میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے واسطے اور اس کے قرابت والوں کے واسطے اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے واسطے۔''

میں ''غَنِمْتُمْ'' کا معنی ''مالِ غنیمت'' کرنے کے بجائے ''لوٹ مار'' سے کیا ہے، اگر اس لفظ کو سامنے رکھا جائے تو اس کا معنی یہ بنے گا کہ ''لوٹ مار'' کا مال اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کے لیے ہے، **نعوذ باللّٰہ من ذٰلک۔**

چونکہ ہر سمجھدار سمجھتا ہے کہ ہمارے عرف اور آج کل کے عام محاورہ میں ''لوٹ مار'' کا معنی ہے: دوسرے کی ملکیت پر ناجائز قبضہ، زبردستی قبضہ، غارت گری، تاراج، چھینا جھپٹی، ظلم، اندھیر وغیرہ۔ اب اگر ان معانی کو سامنے رکھا جائے تو اس لفظ کا معنی کیا بنے گا؟

سوچنے کی بات یہ ہے کہ صوبہ کے پی کے میں پڑھائی جانے والی نویں کلاس کی دینیات میں بھی ''مالِ غنیمت'' کو ''لوٹ مار'' لکھا گیا، اور وزیر اعظم عمران خان نیازی اپنی تقریر میں بھی ''مالِ غنیمت'' کو ''لوٹ مار'' کہہ رہا ہے تو اس کی آخر کیا وجہ ہے؟

خیال ہے کہ شاید پاکستان تحریک انصاف کو ملحدین، بے دین اور قادیانیوں یا قادیانی نواز لوگوں نے اپنے شکنجے میں لیا ہوا ہے، جو اُلٹی سیدھی باتیں ان کے ذہنوں میں انڈیلتے رہتے ہیں، اس لیے کہ مرزا غلام احمد قادیانی انگریز کی کاسہ لیسی، خوشامد اور چاپلوسی کرتے ہوئے جہاد کو منسوخ اور حرام کہتا ہے اور علمائے کرام پر بہتان لگاتے ہوئے کہتا ہے کہ:

''اس جگہ ہمیں یہ بھی افسوس سے لکھنا پڑا کہ جیسا کہ ایک طرف جاہل مولویوں نے اصل حقیقت جہاد کی مخفی رکھ کر ''لوٹ مار'' اور ''قتل انسان'' کے منصوبے عوام کو سکھائے اور اس کا نام جہاد رکھا ہے۔'' (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، ص:۹ در روحانی خزائن، ج:۱۷)

اس سے معلوم ہوا کہ مالِ غنیمت کو ''لوٹ مار'' کے نام سے تعبیر کرنا یہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے حواریوں کا سبق ہے، جو بار بار دہرایا جارہا ہے۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ حکومتی لوگوں کا

اسلام، تعلیماتِ اسلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور آج کے علمائے اسلام کے بارہ میں جولب ولہجہ اور انداز ہے، یہ وہی ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی اور آج کے قادیانی پیشواؤں کا ہے۔

جناب وزیر اعظم عمران خان نیازی کی گفتگو کے انداز اور بیانات سے یہی مترشح ہوتا ہے کہ قادیانی لابی اور ملحدین نے ہر طرف اس حکومت اور جماعت کو گھیرا ہوا ہے، جو دینِ اسلام، شعائرِ اسلام اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بارہ میں من پسند، من گھڑت اور غلط تشریحات ان کو بتاتے ہیں۔ اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس سے پہلے وزیر اعظم عمران خان نیازی صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق بھی غیر محتاط باتیں کی تھیں۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ بھی قادیانیوں کا ہی پڑھایا ہوا سبق ہے، جو وزیر اعظم نے اپنی زبان سے دہرایا ہے۔

وزیر اعظم عمران خان نیازی صاحب جو ریاستِ مدینہ کا تذکرہ کرتے ہیں، اس ریاستِ مدینہ سے بھی ان کی مراد صرف اتنا معلوم ہوتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہودیوں سے معاہدہ کیا تھا۔ اس سے آگے کہ جب مدینہ کے یہود نے اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کی، جس کے نتیجے میں غزوۂ بنی نضیر سن ۳ ہجری اور غزوۂ بنوقریظہ سن ۵ ہجری پیش آئے تھے، جس کے نتیجے میں آپ ﷺ نے ان کو مدینہ منورہ اور پھر خیبر سے نکال دیا۔ آپ ﷺ نے ریاستِ مدینہ میں یہ اعلان فرمایا تھا کہ: ’’أَخْرِجُوْا الْيَهُوْدَ مِنْ جَزِيْرَةِ الْعَرَبِ‘‘ (مجمع الزوائد، ج:۵، ص:۴۱۹، حدیث نمبر:۹۶۶۳) کہ یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دو، یہ ریاستِ مدینہ شاید ان کے ذہن میں نہیں ہے، اس لیے کہ آج تک انہوں نے مملکتِ خداداد پاکستان میں ریاستِ مدینہ جیسا کوئی ایک کام بھی نہیں کیا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ یہودیت اور قادیانیت کا ایک گٹھ جوڑ ہے جو قادیانیت کی ابتدائے آفرینش سے آج تک نہ صرف قائم بلکہ بدستور جاری ہے، یہی وجہ ہے کہ آج مغرب ان قادیانیوں کی پشت پر ہے اور آج ہماری ملکی اقتصادیات اور معیشت کی بحالی ان قادیانیوں کے ناجائز مطالبات ماننے پر موقوف کردی گئی ہے اور دونوں مل کر ہمارے ملک کی معیشت اور اقتصادیات کا گلہ گھونٹ رہے ہیں۔ حکومت عوام پر اپنے بجٹ میں جو ٹیکس لگا رہی ہے، اس سے کسی طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا آئیڈیل ریاستِ مدینہ ہے۔ پاکستان کی معیشت کی بحالی کے لیے پہلے اقتصادی کونسل بنائی اور اس میں عاطف میاں قادیانی کو شامل کیا، جو کہ قادیانی ہونے کے ساتھ ساتھ آئی ایم ایف کا نمائندہ بھی تھا، عوامی احتجاج کی بنا پر جب اسے اس کونسل سے علیحدہ کیا گیا تو وہ پوری کونسل ہی ختم کردی گئی، اور اب بجٹ سے پہلے ایک دو نہیں بلکہ تین آدمی آئی ایم ایف نے ہمارے ملک پر مسلط کردیئے، جنہوں نے بجٹ بنایا اور پاکستانی قوم پر مسلط کردیا، ان

کارستانیوں اور حالات کے ہوتے ہوئے بجا طور پر یہی کہا جاسکتا ہے کہ ریاستِ مدینہ ان کا آئیڈیل نہیں، بلکہ ریاست آئی ایم ایف ان کا آئیڈیل ہے۔

....

سپریم کورٹ کے ایک سینئر وکیل محترم جناب محمد طارق اسد صاحب نے پاکستانی قوم کی طرف سے فرضِ کفایہ ادا کرتے ہوئے پاکستانی آئین کے تحت تھانہ آئی نائن اسلام آباد میں درخواست جمع کرادی، جس کا مضمون تھا: توہین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ارتکاب پر وزیراعظم عمران احمد خان نیازی کے خلاف اندراجِ مقدمہ کی درخواست۔ اس درخواست کا متن درج ذیل ہے:

''بخدمت جناب ایس ایچ او صاحب تھانہ آئی نائن اسلام آباد

اندراج مقدمہ کی درخواست

جناب عالی! گزارش ہے کہ درخواست گزار ایڈووکیٹ سپریم کورٹ ہے۔ ۱۱ جون ۲۰۱۹ء کی شب تقریباً پونے بارہ بجے وزیراعظم عمران احمد خان نیازی نے قوم سے خطاب کیا۔ خطاب میں وزیراعظم عمران احمد خان نیازی نے جان بوجھ کر بدنیتی کی بنیاد پر پاکستان کے کروڑوں مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کرنے اور ملک میں انتشار پیدا کرنے کے لیے کچھ ایسے الفاظ کہے جو اصحاب رسول کی واضح توہین ہے۔ عمران احمد خان نیازی کی جانب سے اصحاب رسول کی توہین میں کہے گئے الفاظ حرف بہ حرف یہ ہیں کہ: ''جب جنگ بدر ہوئی تھی تو صرف ۳۱۳ تھے لڑنے والے، باقی ڈرتے تھے لڑنے سے۔ جب جنگ اُحد ہوئی تو سرکارِ مدینہ نے تیرکمان والوں سے کہا کہ تم نے اپنی پوزیشن نہیں چھوڑنی، جب لوٹ مار شروع ہوئی تو وہ چھوڑ کر چلے گئے۔ انہوں نے سرکارِ مدینہ کا حکم نہیں مانا'' وزیراعظم عمران احمد خان نیازی نے مذکورہ توہین آمیز الفاظ کہہ کر معاذ اللہ اصحابِ رسول کو بزدل، لٹیرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اصحابِ رسول کو بزدل کہنا، لٹیرا کہنا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان کہنا بدترین گستاخی اور توہین ہے۔

وزیراعظم عمران احمد خان نیازی کی جانب سے اصحابِ رسول کی گستاخی سے پاکستان کے کروڑوں بشمول درخواست گزار کے مذہبی جذبات شدید مجروح ہوئے۔ عمران احمد خان نیازی کے اس گستاخانہ اور توہین آمیز اقدام کے نتیجے میں ملک بھر کے کروڑوں شہریوں میں شدید اشتعال اور غم وغصہ پیدا ہوا ہے۔ عمران احمد خان نیازی نے دانستہ طور پر توہینِ اصحابِ رسول کا ارتکاب کر کے ملک میں امن وامان کا شدید مسئلہ پیدا کیا۔ وزیراعظم عمران احمد خان نیازی نے مذکورہ بالا توہین آمیز الفاظ

کہہ کرنا قابلِ تلافی اور نا قابلِ معافی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

مذکورہ بالا حقائق و واقعات کی روشنی میں جناب سے مؤدبانہ استدعا ہے کہ ملزم عمران احمد خان نیازی (وزیراعظم پاکستان) کے خلاف پاکستان پینل کوڈ اور انسدادِ دہشت گردی ایکٹ کی متعلقہ دفعات کے تحت فوری طور پر مقدمہ درج کر کے قانونی کارروائی کرتے ہوئے اس کی گرفتاری عمل میں لائی جائے۔

درخواست گزار

محمد طارق اسد

(ایڈووکیٹ سپریم کورٹ)

مکان نمبر:96 گلی نمبر:40، آئی ایٹ ٹو، اسلام آباد

برائے رابطہ: 0334-3551640''

بہرحال اگر حکمران ریاستِ مدینہ کے دعویدار ہیں تو پھر اپنے آپ کو قانون کے حوالے کریں اور اس کا جواب دیں، کیونکہ ریاستِ مدینہ میں خلیفۂ وقت بھی اپنے آپ کو عدالت کے سامنے پیش کرتا تھا اور عدالت سے جو اس کے بارہ میں فیصلہ ہوتا تھا، وہ من وعن اس کو تسلیم کرتا تھا۔

بہرحال ہم ایک بار پھر عرض کریں گے کہ جناب وزیراعظم عمران خان صاحب! صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متعلق کہے گئے غیرشائستہ اور نازیبا الفاظ پر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کریں اور قوم سے معافی مانگیں اور آئندہ دینی معاملات میں بولنے سے یا تو احتیاط کریں یا کم از کم اپنے وفاقی وزیر مذہبی امور جناب مولانا نورالحق قادری صاحب سے راہنمائی یا مشورہ کرلیا کریں۔ اس سے آپ کے وقار میں نہ صرف یہ کہ اضافہ ہوگا بلکہ قوم کا اعتبار اور اعتماد بھی آپ کو ملے گا۔ ورنہ یاد رکھیں! آپ سے پہلے بہت سارے دین کو مٹانے کے لیے آئے، انہوں نے دین اور اہلِ دین کے خلاف ہر حربہ استعمال کیا، کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ وہ دین کو مٹا سکے؟ نہیں بلکہ خود تو مٹ گئے، لیکن اللہ تعالیٰ کا دین آج بھی باقی ہے اور ان شاء اللہ! قیامت تک باقی رہے گا۔ اس لیے آپ اپنی صفوں میں تطہیر کریں، اگر دین دشمن عناصر اور حضور اکرم ﷺ کی ختم نبوت کے سارق اور ڈاکو آپ کی صفوں میں پائے جاتے ہیں جو اس طرح کی غلطیاں آپ سے سرزد کروا رہے ہیں تو جلدی سے ان سے جان چھڑائیں، تاکہ آپ کو دنیا وآخرت میں سرخروئی اور کامیابی حاصل ہو: فاعتبروا یأولی الأبصار !!

وصلّی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ سیدنا محمد وعلٰی آلہٖ وصحبہٖ أجمعین

....۞....۞....۞....

ہر کسے را بہر کارے ساختند

جس کا کام اُسی کو ساجھے

محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

’’عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ مَجْلِسٍ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَاءَهٗ أَعْرَابِيٌّ، فَقَالَ: مَتَى السَّاعَةُ؟ فَمَضٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَدِّثُ، قَالَ: أَيْنَ السَّائِلُ عَنِ السَّاعَةِ؟ قَالَ: هَا أَنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! قَالَ: إِذَا ضُيِّعَتِ الْأَمَانَةُ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ، فَقَالَ: كَيْفَ إِضَاعَتُهَا؟ قَالَ: إِذَا وُسِّدَ الْأَمْرُ إِلٰى غَيْرِ أَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ۔‘‘ (صحیح البخاری، کتاب العلم، باب فضل العلم، ج:۱،ص:۱۴، ط: قدیمی)

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مجلس میں تشریف فرما تھے، حدیث بیان فرمارہے تھے، ایک اعرابی (دیہاتی) آیا، پوچھا کہ قیامت کب ہوگی؟ آپ حدیث بیان کرنے میں مشغول تھے، جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ: قیامت کا سوال کرنے والا کہاں ہے؟ سائل نے عرض کیا: جی ہاں یارسول اللہ! میں حاضر ہوں۔ فرمایا: جب امانت (الٰہی) ضائع ہوجائے، قیامت کا انتظار کرو۔ سائل نے دریافت کیا کہ امانت کیونکر ضائع ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب معاملات نااہلوں کے سپرد ہوں، قیامت کا انتظار کرو۔‘‘

دیکھئے! کیسا عجیب سوال وجواب ہے اور کتنا واضح وصاف بیان ہے اور کیسی روشن علامت بیان فرمائی ہے، دنیا کا نظام اسی طرح چلتا ہے کہ جو شخص جس کام کے لیے موزوں ہو، اس کے لیے اسی کا انتخاب کیا جائے، صدرِ مملکت سے لے کر چپڑاسی و چوکیدار تک غور کرلیجئے، یہی قانونِ فطرت کارفرما ہے، یہی معقول وموزوں زندگی کا نظام ہے، دنیا کا صحیح نظم اسی وقت تک قائم رہے گا، جب تک اس فطری وطبعی اور عقلی قانون پرعمل کیا جاتا رہے گا، جب اس قانون کے خلاف کیا جائے گا، نظم ونسق میں خلل واقع ہوگا، حکیم وطبیب کا کام انجینئر کے کسی نے سپرد نہیں کیا، کسی منطقی وفلسفی یا ریاضی کے استاذ کو فقہ وحدیث کا درس کسی نے حوالہ نہیں کیا، کسی ادیب یا شاعر کو ہیئت و ہندسہ کا درس حوالہ نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح میدانِ جنگ میں قیادتِ افواج کا کام کسی فلسفی مفکر کے کسی نے حوالہ نہیں کیا ’’ہر کسے را بہر

کارے ساختند'' مثل مشہور ہے۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ کے صحابۂ کبار رضی اللہ عنہم میں بھی یہ صلاحیتوں کا تنوع واختلاف واضح تھا، جو کام حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا تھا، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے نہیں لیا گیا۔ یہ جامعیتِ کبریٰ تو صرف حضرت خاتم الانبیاء سید المرسلین رسول اللہ ﷺ کی ذات ستودہ صفات میں ہی پیدا فرما کر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کا کرشمہ دکھلایا تھا اور سارے کمالاتِ علمیہ وعملیہ آپ کی ذاتِ گرامی میں جمع کردیئے تھے: '' آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری''

ان حقائق کی روشنی میں حسب ذیل خبر ملاحظہ فرمائیے:

''اسلام کی تعبیر وتشریح کی ذمہ داری کسی مخصوص گروہ کو نہیں سونپی جاسکتی۔''

وزیرِ قانون شیخ خورشید احمد کی تقریر

پشاور: ۱۲/اکتوبر (اپ پ) مرکزی وزیر قانون شیخ خورشید احمد نے آج ہائی کورٹ اور ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن کے ممبروں کو خطاب کرتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں کہا:

''اسلام کی تعبیر وتشریح کا کام کسی ایک مخصوص گروہ کو نہیں سونپا جاسکتا، اس لیے یہ ذمہ داری قانون سازوں کے سپرد کی گئی ہے، جو منتخب نمائندوں کی حیثیت سے عوام کے ضمیر کے نگہبان اور محافظ ہیں۔''

تعجب کی کیا بات ہے؟! اب بھی اگر قیامت کے قرب کا آپ کو یقین نہیں آئے تو کب آئے گا؟ وزیرِ قانون کے بارے میں سنی سنائی باتوں کی بنا پر ہمیں عقیدت تھی کہ اس دور میں اور موجودہ نظام میں ان کا وجود پھر بھی غنیمت ہے، لیکن افسوس ''خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم'' قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ جو دینِ اسلام کے دو بنیادی ستون ہیں، ان کے حقائق اور فقہی مسائل کے استنباط کے لیے تو کبار صحابہؓ میں بھی چند خاص خاص شخصیتیں متعین تھیں، عام صحابہؓ کی دسترس سے بھی یہ حقائق بالاتر تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت قرآن کریم میں اپنی رائے سے کوئی بات بیان کرنے سے گھبرایا کرتے تھے اور فرماتے تھے:

''أَيُّ سَمَاءٍ تُظِلُّنِيْ وَأَيُّ أَرْضٍ تُقِلُّنِيْ إِذَا قُلْتُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ بِرَأْيِيْ.''

(کنز العمال، فصل فی حقوق القرآن، ج:۲، ص:۴۴۵، ط: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

''کس آسمان کے زیر سایہ اور کس روئے زمین پر میں رہ سکوں گا جب اللہ کی کتاب میں اپنی رائے کو دخل دینے لگوں گا۔''

قرآن کریم واحادیثِ نبویہ وفقہ اسلامی میں جن کی زندگیاں گزری ہیں، اگر وہ ان کا حق ادا کرسکیں تب بھی غنیمت ہے، لیکن اگر یہ مخصوص گروہ بھی اس عظیم کام سے علیحدہ کردیا جائے تو پھر کیا رہے گا؟!

کارِ طفلاں تمام خواہد شد

آخر جب کوئی حکومت قانون بناتی ہے یا قانون کی تعبیر وتشریح میں کوئی اختلاف ہوجاتا ہے تو ماہرینِ قانون ہی کی خدمات کیوں حاصل کرتی ہے؟! تو اگر انسانی دماغوں کے ساختہ پرداختہ قوانین کی تعبیر وتشریح کے لیے ماہرین کی ضرورت ہے تو احکم الحاکمین کے قوانین کے لیے ماہرینِ قانونِ اسلامی سے کیوں کر استغناء ہوسکتا ہے؟! میں اس سلسلہ میں لائق احترام وزیر قانون موصوف کو چند قطعی اور یقینی امور کی طرف متوجہ کرنا اور اس کے بعد چند اہم سوالات کرنا چاہتا ہوں، اُمید ہے کہ موصوف ان اُمور پر توجہ فرمائیں گے اور ان سوالات کے جوابات ایک بیان کی صورت میں دیں گے:

۱:- تیرہ سوسال سے اُمت کا اس پر اتفاق واجماع ہے کہ اسلام اتنا کامل واکمل اور ایسا واضح وروشن مذہب ہے کہ وہ کسی کی تعبیر وتشریح کا محتاج نہیں، اسلام کی تعبیر وتشریح کا نام اور اس کام کو کسی کے سپرد کرنے کا سوال صرف انہی لوگوں کی زبان پر آتا ہے جو اسلام کو اپنی اغراض وخواہشات کے ڈھانچہ میں ڈھالنا چاہتے ہیں، ورنہ اُمتِ مسلمہ تو تیرہ سوسال سے بغیر کسی کی تعبیر وتشریح کے علی وجہ البصیرت اسلام کو جانتی، پہچانتی اور اس کے احکام پر عمل کررہی ہے۔

۲:- ایسے جزوی حوادث ومسائل جو زمانے کے ساتھ بدلتے اور نو بنو وجود میں آتے رہتے ہیں، ان کے متعلق اسلام کا قطعی اور اساسی اُصول شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسب ذیل بیان فرمایا ہے:

’’عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنْ نَّزَلَ بِنَا أَمْرٌ لَیْسَ فِیْهِ أَمْرٌ وَلَا نَهْيٌ فَمَا تَأْمُرُنِيْ؟ قَالَ: ’’شَاوِرُوْا فِیْهِ الْفُقَهَاءَ وَالْعَابِدِیْنَ وَلَا تَمْضُوْا فِیْهِ رَأْيَ خَاصَّةٍ.‘‘ (رواہ الطبرانی فی الاوسط، ورجالہ موثقون من اہل الصحیح۔ المعجم الاوسط للطبرانی، ج:۲،ص:۱۷۲، ط: دارالحرمین، القاہرۃ)

’’حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے جس میں کوئی واضح بیان (نصِ کتاب وسنت) موجود نہ ہو، نہ امر (حکم) ہو، نہ نہی (ممانعت) ہو، ایسے مسئلہ کے بارے میں آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ (ہم کیا کریں؟) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے مسائل میں تم فقہاء اور عبادت گزاروں سے مشورہ کیا کرو اور کسی بھی شخصی رائے سے ان کو طے نہ کیا کرو۔‘‘

سوال: لائق احترام وزیر قانون سے میں دریافت کرتا ہوں کہ:

۱:- اسلام کی (عمومی) تعبیر وتشریح کے متعلق مذکورہ بالا فیصلہ کرنے کا مجاز اُن کو یا کسی اور کو کس نے بنایا ہے؟

۲:- کیا یہ منتخب نمائندے اس اہلیت کے مالک اور اس معیار پر پورے اُترتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے؟!

آخر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس ملک پر رحم فرمائے اور اربابِ اقتدار کو صحیح فہم عطا فرمائے۔

سلسلۂ مکاتیب حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب وترتیب: مولانا سید سلیمان یوسف بنوری

حضرت بنوریؒ بنام حضرت شیخ الحدیثؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومِ گرامی مآثر حضرت بابرکت

أطال اللّٰہ حیاتہ المبارکۃ فی نفع الإسلام والمسلمین والعلم والدین ۰ آمین!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نامۂ برکات سے مشرف ومستفید فرمایا۔ حضرت! آپ نے تو بہت کچھ دیکھا پڑھا، خدا کا شکر کوئی لحہ بھی ضائع نہیں ہوا، حیاتِ بقیہ چونکہ بہت قیمتی ہے اور جتنی پونجی کم رہ جاتی ہے خرچ کرنے میں انسان احتیاط کرتا ہے، اس لیے ان لمحات کا مصرف بھی بہت قیمتی ہے، سابقہ زندگی پر تحسُّر وتأسف، سفرِ آخرت کی تیاری، خلق اللہ کی تربیت، وما إلٰی ذالک من الأمور المبارکۃ، کہاں مطالعۂ کتب کی لذت اور کہاں یہ مشاغلِ مبارکہ؟! یہ ترتیب بالکل طبعی ہے، جوانی میں کتب بینی اور تصنیف وتالیف اور مشیخت میں تربیتِ نفوس، تزکیۂ قلوب، ذکر اللہ، تفکر وتذکر... الحمد للہ کہ آپ کو یہ سب قابلِ غبطہ نعمتیں اسی عمر میں نصیب ہیں جس کا بہترین زمانہ ہے، آپ کو ان کتابوں اور واسطوں کی حاجت نہیں، اللہ تعالیٰ نے بے نیاز فرمادیا ہے، پریشانی تو ہماری ہے کہ جوانی بھی ضائع اور بڑھاپا بھی حسرت ہی حسرت ہے، کچھ معمولی اعمال ہیں جن کی صورت کچھ اچھی ہے، اگر قبول ہوں تو شاید بیڑا پار ہوجائے، اس لیے

دعاؤں کی حاجت ہے۔ میری تو آج کل زندگی بھی ضائع ہورہی ہے، بس صحیح بخاری شریف کے درس کا وقت تو الحمدللہ کام کا وقت ہے، نہ اب مطالعہ کی ہمت اور نہ عبادت کا شوق، یہ مرثیہ طویل ہے، آپ کو خواہ مخواہ کیوں پریشان کروں؟!

آج کل متعلقین میں سے چند علیل ہیں، ان کی صحت وعافیت کے لیے دعا فرمائیں، عزیزم محمد سلمہٗ کی صحت بھی اچھی نہیں۔

قادیانی مسئلہ بلاشبہ حکومت نے کھٹائی میں ڈال دیا ہے، لیکن ان شاء اللہ! عملاً بھی کسی وقت تکمیل تک پہنچ جائے گا، ایسا نہیں کہ جو جدید فیصلے ہورہے ہیں بے اثر ہیں، الحمدللہ! بہت کچھ اثرات مرتب ہورہے ہیں، لیکن ابھی کچھ مزید جدوجہد کی ضرورت ہے، باقی اتنی بات اطمینان کی ہے کہ یہ جو کچھ ہوا ہے محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوا ہے، کسی لطیفۂ غیبیہ کا ظہور ہوا تھا، ظاہری اسباب کو چنداں دخل نہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اور لطیفۂ فریدیہ کے ظہور کے برکات ناتمام نہیں ہوتے، اس سلسلے کی تفصیلات بھی کچھ ہیں، جو زبانی بیان ہوسکتے ہیں کہ حکومت کیوں ڈھیلی پڑ گئی، حق تعالیٰ کی رضا کے لیے تو کیا نہیں تھا، محض سیاسی مصالح کے پیشِ نظر کام کیا گیا تھا، وہ توقعات اپنی ذات کی حد تک اُن کو پوری نظر نہ آئیں، اس لیے رفتار سست ہوگئی، بہرحال دعاؤں کی ضرورت ہے۔

والسلام

محمد یوسف بنوری عفا اللہ عنہ

۳۰ صفر ۱۳۹۵ھ

حضرت بنوریؒ بنام حضرت شیخ الحدیثؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مخدومِ گرامی مآثر برکۃ ھذہ العصور حضرت شیخ الحدیث زادھم اللّٰہ برکات و حسنات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبَارَكَةً طَيِّبَةً

والا نامۂ گرامی نے ممنون ومشرف فرمایا، جواب میں حسبِ عادت تاخیر ہوتی جاتی ہے، اب تو یہ تقصیر عادت ہی بن گئی، الحمدللہ کہ قلمی ہے، قلبی نہیں۔ سابق مکتوبِ برکت مختصر تمہید کے ساتھ بینات میں شائع ہوگیا، آپ کے کلمات میں جو تاثیر ہوگی، ہماری روایت بالمعنیٰ اور تشریح میں کہاں وہ

برکت؟! اس لیے ان کلمات کو بعینہا شائع کرنا قرینِ مصلحت سمجھا اور اس لیے تعمیلِ حکم سے ادباً قاصر رہے ہیں، میں تو کسی کی جوتیوں کے صدقے کچھ لکھ لیتا ہوں، ورنہ اردو کہاں اور ہم کہاں؟ خیر حق تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ جواب سے سرفراز فرمایا اور بہت کچھ باتیں آ جاتی ہیں اور ہمیں اور دوسروں کو استفادے کا موقع بھی مل جاتا ہے۔

لیکن مخدومی! میرا مقصد طرق وسلاسل و مشائخ کے اذکار و اعمال و اشغال وواقعات و مجاہدات کی افادیت میں ہرگز نہ تھا، الحمد للہ کہ ان پر قلب مطمئن ہے کہ امراضِ نفوس کا بھی علاج ہے اور ان تدابیر کے سوا چارہ کار نہیں اور اگر امراض نہ ہوں تو شارع علیہ السلام نے جو غذاء روحانی مقرر فرمائی ہے اور فرض قرار دے دیا ہے وہی نسخۂ شفاء ہے، مزید کی حاجت ہی نہیں۔ مقصد شبہ کا صرف اتنا نہ تھا کہ ذکر اللہ کی برکات وانوار تو بہر حال درسِ قرآن، حفظِ قرآن، تلاوتِ قرآن سے حاصل ہو جاتے ہیں، طلبہ کے نفوس کا علاج وہ نہیں، بلا شبہ اس کے لیے مخصوص طرقِ علاج کی ضرورت ہے۔ اس لیے گزارش کی تھی کہ ہر درس گاہ کے ساتھ ایک خانقاہ کی بھی ضرورت ہے، جو طلبہ فارغ ہوں اس سے وابستہ ہوں اور کچھ عرصہ اسی مقصد کے لیے اقامت بھی کریں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ کی خواہش پر ذاکرین کے اجتماع اور اجتماعی ذکر کی تدبیر کی گئی، اس ہفتہ اس کا افتتاح بھی ہو جائے گا، ان شاء اللہ!

امسال جو طلبہ فارغ ہوں گے، تیرہ (۱۳) طلباء نے ایک سال کے لیے تبلیغ میں وقت لگانے کا عزم کر لیا ہے اور نام بھی لکھوا دیئے ہیں اور ایک چلے والے تو بہت ہیں، ان شاء اللہ! شبِ جمعہ میں کچھ طلبہ ہفتہ وار مکی مسجد بھی جایا کرتے ہیں۔ اگر آپ کی دعائیں اور توجہات دونوں شامل حال رہیں تو ان شاء اللہ! مافات کی تلافی ہوتی رہے گی۔ آپ کا دوسرا گرامی نامہ بھی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے چند اساتذہ کے مجمع میں سنا دیا، بہت محظوظ ہوئے، وہ آپ کی تدبیر و تجویز پر عمل کرنا سوچ رہے ہیں، بہت عجلت اور تشویشِ خاطر میں چند سطریں گھسیٹ دی ہیں، تاکہ مزید تاخیر نہ ہو۔

پس نوشت: ....عزیزم محمد سلمہٗ سلام لکھواتا ہے اور دعوات وتوجہات کا آرزومند ہے۔

والسلام

محمد یوسف بنوری

۳ صفر ۱۳۹۶ھ

.... ❁ ..... ❁ ..... ❁ .....

اسلام اور سیکولرزم

مفتی عبدالرؤف غزنوی

(دوسری قسط) سابق استاذ: دارالعلوم دیوبند انڈیا، حال استاذ: جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

دوسرا باب

سیکولرزم کا منصفانہ تجزیہ

سیکولرزم کے پسِ منظر، تعریف وتعارف اور اس کے اغراض و مقاصد پر مفصل روشنی ڈالنے کے بعد اب ہم مقالہ کے دوسرے باب میں قدم رکھتے ہیں، یہاں پہنچ کر ہم جہاں سیکولرزم کا نہایت دیانت دارانہ تجزیہ کریں گے، وہیں اس تحریک کے نقشہ اور اس کی مذکورہ توجیہات کا قرآن وسنت کی روشنی میں بھرپور جائزہ بھی لیں گے، تاکہ مقالہ کے تیسرے باب میں ایک مناسب لائحۂ عمل کی نشاندہی کرتے ہوئے سامعین کے ساتھ ہم ایسے جادہ پر گامزن ہوسکیں، جو عقل وحکمت کی رو سے دوررس نتائج کا حامل اور نہایت مفید طریقہ کار رہے۔

سیکولرزم اسلام کے آئینہ میں

سیکولرزم اور اس کے بانی کی فکر پر مفصل روشنی ڈالنے کے بعد اب ہم اس مقام پر آچکے ہیں جہاں ہمیں نہایت منصفانہ طریقہ پر اس کا اسلامی نقطۂ نظر سے جائزہ لینا ہے، ابھی تک ہم نے اس نظریے کو الگ زاویہ سے دیکھتے ہوئے جس انداز سے بحث کی تھی، اس میں سیکولرزم کا مطالعہ کرتے وقت اسلام نظروں سے اوجھل رہا ہے اور ہماری یہ کوشش بھی رہی ہے کہ پہلے سامعین کو یکسوئی کے ساتھ ایک نظریے کو سننے کا موقع دیں اور دونوں کی آمیزش کو حتی الامکان روکے رکھیں، پھر مقالے کے دوسرے باب میں آکر سیکولرزم کی متعدد توجیہات پر قرآن و حدیث کی روشنی میں بے لاگ تبصرہ کریں، اس سے جہاں سامعین امتیازی عناصر کو منضبط کرتے جائیں گے، وہیں مقالے کے اس باب

میں آ کر ہمارے قدم سے قدم ملا کر چلیں گے، تو آیئے! اس باب کا آغاز کرتے ہوئے سیکولرزم کی متعدد توجیہات کا اسلام کی روشنی میں علمی وتحقیقی جائزہ لیتے ہیں، پھر لائحۂ عمل کے باب میں آ کر ہم ان وجوہات پر بھی واضح انداز میں روشنی ڈالیں گے، جن کی بنا پر ہم نے موجودہ حالات کے اندر سیکولرزم سے ہندوستانی معاشرہ میں سمجھوتا کرنا مفید سمجھا۔

سیکولرزم کی توجیہات کا علمی وتحقیقی جائزہ

جہاں تک ''راجیو بھارگوا'' کی پہلی دو توجیہات کا سوال ہے تو ہم ان کو یہ سوچ کر نظر انداز کر دیتے ہیں کہ اس نظریہ کی پوری تاریخ پر ایک گہری نگاہ ڈالنے کے بعد سامعین سیکولرزم کے اُس تصور سے متفق نہیں ہو سکتے جو موصوف پہلی اور دوسری شق میں بیان کر رہے ہیں۔ رہی تیسری توجیہ تو اس کا واضح مطلب یہی ہے کہ حکومت اسٹیٹ میں ایسا ماحول پیدا کرے جو آپسی بھید بھاؤ، مساوات اور عوام کے درمیان ایک دوسرے کے مذہب کے بارے میں احترام ومحبت کے جذبات کو فروغ دے، اجتماعی ومعاشرتی طور پر مذہب کو جدا کر کے اسے انفرادی زندگی تک محدود کر دے، اور بقول پروفیسر ''مجیب'' کے سیکولر اسٹیٹ کے تمام شہریوں کی یہ خصوصیت ہونی چاہیے کہ وہ اپنی ذاتی وپرائیویٹ زندگی میں چاہے مذہب کی کتنی ہی نمائش کر لیں، لیکن انفرادیت سے تجاوز کر کے وہ معاشرے میں اپنے جیسے دوسرے انسانوں سے مذہب پر عمل پیرا ہونے کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔ ظاہر ہے حکومت کی ان کوششوں کے دیگر قوموں کی طرح مسلمان بھی مخاطب ہوں گے، اور قانون کی رو سے وہ بھی دوسرے مذاہب کا مکمل احترام کرنے پر مجبور ہوں گے، جبکہ اسلام ایک محدود دائرہ تک ہی اس احترام کی اجازت دیتا ہے جو حسنِ اخلاق کے زمرے میں آئے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے:

''وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ.'' (آل عمران:۱۵۹)

''اگر آپ سخت مزاج اور سخت دل ہوتے تو لوگ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے۔''

اسی طرح اسلام غیر مسلموں کے بارے میں نرم رویہ کی بھی تاکید کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ أَوْ يَخْشٰى.'' (طٰہٰ:۴۴)

''آپ دونوں جا کر اس سے نرمی سے بات کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کر لے یا عذابِ الٰہی سے ڈر جائے۔''

اور ان کے ساتھ سبّ وشتم کو ممنوع قرار دیتا ہے، ارشادِ خداوندی ہے:

''وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ.'' (الأنعام:۱۰۸)

''اور یہ لوگ اللہ کے سوا جن معبودوں کی پرستش کرتے ہیں تم ان کو برا بھلا نہ کہو۔''

یہ تو اسلام کی اخلاقی ومعاملاتی رواداری کی ہدایتیں ہیں، جبکہ وہ ابدی طور پر ہمیں ظالموں اور غیر مسلموں کی طرف ذرا بھی جھکنے سے منع کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَلَا تَرْكَنُوْا إِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ.'' (ہود:۱۱۳)

''اور جو لوگ ظالم ہیں ان کی طرف ذرا بھی نہ جھکنا، کبھی تم کو بھی آگ چھو جائے۔''

اور اہلِ ایمان کی یہ علامت بتاتا ہے:

''لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْا اٰبَاءَ هُمْ أَوْ أَبْنَاءَ هُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيْرَتَهُمْ.'' (المجادلۃ:۲۲)

''جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے، اگرچہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان کے لوگ ہوں۔''

پھر ہمیں یہ حکم بھی دیتا ہے:

''يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى أَوْلِيَاءَ.'' (المائدۃ:۵۱)

''اے ایمان والو! تم یہود ونصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔''

جہاں تک چوتھی توجیہ کا سوال ہے تو اس عبارت سے یہ بات مترشح ہے کہ رعایا انفرادی و اجتماعی طور پر مذہبی ہو یا غیر مذہبی اس سے کوئی بحث نہیں، لیکن حکومت کو سیکولرزم ہر حال میں لا دینی دیکھنا چاہتا ہے۔ اس نظریے کا فطری نتیجہ دین وسیاست کی تفریق ہے جس میں دین کو نظرانداز کرکے سیکولرزم سرکاری سطح پر منتخب افراد کو وضعِ قانون کا حق دیتا ہے، حالانکہ یہ بات اسلامی نقطۂ نظر سے صحیح نہیں کہی جاسکتی، کیونکہ اسلام نہ کسی انسان کو قانون سازی کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی دوسرے انسانوں کا اس قانون کو ماننا برداشت کرتا ہے۔ اس کے نزدیک قانون ساز صرف خداوندقدوس ہے۔ رسول اللہ ﷺ اس قانون کے شارح وامین ہیں اور انسان محض اتباع کرنے والا ہے۔ وضعِ قانون اور اس کی شرح ووضاحت کا نہ اسے کوئی حق ہے اور نہ ہی وہ اس کی صلاحیت رکھتا ہے۔ سیکولرزم منتخب افراد پر مشتمل پارلیمنٹ کو وضعِ قانون کا حق دے کر اسلام کے اس بنیادی عقیدے پر ضرب لگا رہا ہے اور اپنے

مقاصد کے حصول کے لیے ہی اس نے دین وسیاست کی تفریق کا نظریہ قائم کیا ہے، تاکہ مذہب کو دل کے نہاں خانوں اور عبادت گھروں کی چہار دیواری میں محدود کرکے جہاں معاشرہ سے اس کی ہوا اُکھیڑ دے، وہیں غیر مذہبی رجحانات کو فروغ دے کر دینی اشاعت کی راہیں بھی مسدود کردے۔

دوسرے مذاہب محدود زندگی سے مطمئن ہوکر دین وسیاست کی اس تفریق کو قبول کریں تو کریں، لیکن جہاں تک اسلام کا سوال ہے، وہ اپنے مکمل نظامِ حیات اور جامع فکر رکھنے کی بنیاد پر اس نظریے کو ہمیشہ کے لیے قبول نہیں کرسکتا، کیونکہ جہاں وہ انفرادی اور ذاتی زندگی میں اپنی گرفت مضبوط چاہتا ہے، وہیں معاشرہ میں پوری طرح حاوی ہوکر دینی حکومت اور خلافت کی راہیں ہموار کرتا ہے، وہ حکومت ودین کو جڑواں بھائی قرار دے کر مکمل طور سے یہ صراحت کرتا ہے کہ اسلام عقائد واعمال کی ایک عمارت ہے، جس کا خلیفہ نگہبان ہے۔ اسلام بنیاد ہے اور خلافتِ اسلامیہ اس کی پہرہ دار ہے۔ جس عمارت کی بنیاد نہ ہو وہ ڈھے جاتی ہے اور جس چمن کا کوئی نگہبان نہ ہو وہ لوٹ لیا جاتا ہے۔ اس لیے یہ ممکن نہیں کہ خلافت وحکومت کو نظرانداز کرکے اسلام کو مکمل قرار دیا جائے:

’’اَلْإِسْلَامُ وَ السُّلْطَانُ أَخَوَانِ تَوْأَمَانِ لَا يَصْلَحُ وَاحِدٌ مِّنْهُمَا إِلَّا بِصَاحِبِهٖ فَالْإِسْلَامُ أُسٌّ وَالسُّلْطَانُ حَارِسٌ ، وَمَا لَا أُسَّ لَهٗ يَهْدَمُ، وَمَالَا حَارِسَ لَهٗ ضَائِعٌ .‘‘ (الدیلمی عن ابن عباسؓ۔ کنز العمال، رقم: ۱۴۶۰۹)

’’اسلام اور حاکم دونوں آپس میں جُڑواں بھائی ہیں، ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر رہ نہیں سکتا، اسلام بنیاد ہے اور حاکم اس کے محافظ۔ جس عمارت کی بنیاد نہ ہو، وہ منہدم ہوجاتی ہے اور جس کا محافظ نہ ہو، وہ ضائع ہوجاتا ہے۔‘‘

عہدِ گزشتہ کی پوری تاریخ کا جائزہ لیجیے اور برباد شدہ قوموں کی ہلاکت پر غور کیجیے تو آپ بھی اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ انسانوں نے ہر ہر دور میں اپنے فرمانرواؤں سے متاثر ہوکر ان ہی کی عادات واخلاق، اطوار ونظریات اور ان ہی کے عقائد وشعائر کو اخذ کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے تو اس طرح ان کی بربادی میں جہاں بہت سی انفرادی بیماریاں کارفرما ہیں، وہیں ان کے قائدوں نے غلط کردار پیش کرکے ان کی تباہی میں اہم رول ادا کیا ہے، کیونکہ حکومت وسلطنت ہی وہ ذریعہ ہے جو کسی نظام کو باقی رکھنے، اسے پھلنے پھولنے اور اس کی اشاعت وابدیت کے اسباب فراہم کرتا ہے، چنانچہ مشہور مقولہ ہے: ’’اَلنَّاسُ عَلٰى دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ ‘‘ یعنی ’’عوام ہمیشہ اپنے فرمان رواؤں

کے طریقے کو اختیار کرتے ہیں۔''

اسلام اگر حاکمیت وسلطنت سے دست بردار ہو جائے تو اس کے قوانین کا وہ حصہ معاشرہ میں کس طرح نافذ ہوگا جو دیوانی، فوجداری اور دیگر اہم معاملات پر مشتمل ہے؟ اسی حکمت کے پیشِ نظر وہ محض ترغیب وترہیب پر بس نہیں کرتا، بلکہ اپنی پوری طاقت معاشرے کے ان تمام جراثیم وعناصر کو مٹانے کے لیے جھونک دیتا ہے جو اس سے اصولی اختلاف کرتے ہوں۔

پانچویں توجیہ میں ''راجیو بھارگوا'' کا دعویٰ ہے کہ سیکولرزم کے معنی الحاد ولادینیت ہیں۔ پروفیسر ''مجیب'' اسی مفہوم کو دوسرے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں کہ اپنی تمام تر توجہات اور صلاحیتیں اس مادی دنیا پر مرکوز کرنے، اسے سجانے اور سنوارنے کا نام ہی سیکولرزم ہے۔ اب وہ شخص جس کو خدا نے فراستِ ایمانی، بصیرتِ روحانی اور شرح صدر کی دولت سے نوازا ہے، جو اسلامی موقف کے مطابق اس دنیا کو سائے کی طرح ایک عارضی اور محدود زندگی سمجھ کر آخرت ہی کو اپنا نصب العین بناتا ہو تو کیا سیکولرزم کے کہنے سے اُخروی زندگی سے منہ موڑ کر اس دنیا پر اپنی صلاحیتیں کھپا دے گا؟ جو اس کے پروردگار کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتی۔ ایک خداترس انسان جو دنیا کو ''مزرعة الآخرة'' سمجھتا ہے، ایسی بھیانک غلطی کا ارتکاب نہیں کرسکتا، اور نہ ہی اسلام اسے کرنے کی اجازت دے سکتا ہے، ایسا تو وہی لوگ کرسکتے ہیں جو آخرت کو فراموش کرکے دنیا ہی کو اپنا مقصد بنا چکے ہوں۔

سیکولرزم کی اس غلط روش کو محسوس کرکے ''راجیو بھارگوا'' کے دل میں بھی اس کے تئیں نفرت وحقارت کے جذبات اُمنڈ آئے اور وہ بغیر کسی تکلف کے یہ کہہ گزرا کہ اس نظریہ کے حامی اکثر وبیشتر وہی لوگ ہوتے ہیں جو روشن خیالی کے دھوکے میں جہاں مذہب کو ایک ڈھکوسلہ قرار دیتے ہیں، وہیں حکومتی سطح پر اس کے تئیں معاندانہ رویہ اپناتے ہوئے اسے حکومت سے الگ رکھنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔

اس توجیہ میں کتنی صداقت اور کہاں تک جذباتیت کارفرما ہے؟ اس پر بحث کی کوئی ضرورت نہیں، ہم تو اس نظریے کے اصول سامنے رکھ کر اسی نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہاں ''راجیو بھارگوا'' کا قلم حقیقت سے تجاوز کرگیا ہے۔

(جاری ہے)

علماء وطلباء سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی باتیں

مفتی سمیع الرحمٰن
استاذ و رفیق شعبہ تصنیف وتالیف، جامعہ فاروقیہ، کراچی

عالم عرب کے معروف عالم دین صالح احمد شامی نے ملفوظاتِ صحابہ کرامؓ کا ایک مجموعہ ''مواعظ الصحابةؓ'' کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس مجموعے میں سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے منتخب ملفوظات ترجمہ وتشریح کے ساتھ پیش خدمت ہیں، جن کا براہِ راست تعلق طلباء اور علماء کرام سے ہے۔

طلباء کی صفات

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب نوجوانوں کو طلبِ علم میں مشغول دیکھتے تو خوش ہوکر فرماتے:

''مرحباً بينابيع الحكمة، ومصابيح الظلم، خلقان الثياب، جدد القلوب، حبس البيوت، ريحان كل قبيلة۔''

''اے حکمت ودانش کے چشمو! جہالت کے اندھیروں میں علم کے روشن چراغو! حصولِ علم کی کوششیں تمہیں مبارک ہوں۔ تمہارا لباس بوسیدہ، لیکن دل تروتازہ رہتا ہے۔ بے مقصد گھومنے پھرنے کے بجائے اپنی اقامت گاہوں تک محدود رہتے ہو، تم ہر قبیلے کے پھول ہو۔''

فوائد:

۱:- طلباء کو خوش آمدید کہنا چاہیے۔ اپنے رویوں سے انہیں دل برداشتہ کرنے کی بجائے ان کی نادانی پر صبر وتحمل سے کام لینا چاہیے۔ مولانا فضل امام خیرآبادی ۱۲۴۲ھ/ ۱۸۲۴ء ہندوستان کے معروف عالم گزرے ہیں، ان کے صاحبزادے فضلِ حق کا ایک واقعہ معروف ہے۔ ان کے پاس بڑی عمر کا ایک پٹھان طالب علم پڑھتا تھا، جو غبی اور کند ذہن تھا، مولانا کا عنفوانِ شباب تھا، تحمل اور بردباری کی کمی تھی، ایک دن پڑھاتے پڑھاتے تنگ آکر غصے میں کتاب اس کے سر پر دے ماری، وہ منہ بسورتا ہوا اُن کے والد مولانا فضل امام کے پاس گیا اور شکایت کی، وہ سیدھے درس گاہ میں آئے اور بیٹے کے

سر پر اس زور سے تھپڑ رسید کیا کہ دستارِ فضیلت دور جا گری اور غصے میں فرمایا:

’’تو تمام عمر بسم اللہ کے گنبد میں رہا، ناز ونعم میں پرورش پائی، جس کے سامنے کتاب رکھ دی، اس نے خاطر داری سے پڑھایا۔ طالب علم کی قدر تو کیا جانے؟ اگر مسافرت اختیار کرتا، بھیک مانگتا، مسجدوں میں قیام کرتا اور طالب علم بنتا تو تجھ کو حقیقت معلوم ہوتی، طالب علم کی قدر ہم سے پوچھو۔‘‘ (مسلمان مثالی اساتذہ، مثالی طلباء، ص:۴۱)

اس مادی دور میں مستقبل کے سہانے خوابوں کو فراموش کر کے علومِ نبوت کو اپنے سینے سے لگانے والے مہمانانِ رسول کی عزت افزائی اور ان کے علمی افادے کو اپنا شرف سمجھنا چاہیے۔

۲:-طلباء دین کو اپنی ظاہری شکل وصورت کی تزئین میں منہمک ہونے کی بجائے دل کی دنیا کو باطنی گندگی: تکبر، بغض، حسد، خود پسندی، قومی، لسانی، علاقائی تعصب اور عشقِ مجازی سے پاک کرنے اور اخلاقِ حسنہ، تواضع، عاجزی، ادب، اُخوت، ایثار سے سنوارنے کی کوششوں میں لگے رہنا چاہیے۔

۳:- بے مقصد گھومنے پھرنے اور تفریح میں پڑنے کے بجائے طالب علم کو اپنی فکر ونظر اور چلت پھرت کا محور محض ’’علم‘‘ کو بنانا چاہیے۔

حصولِ علم کا مقصد

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’**تعلموا العلم، فإذا علمتم فاعملوا. وقال: ويل لمن لا يعلم ولو شاء اللّٰه لعلمهٗ، وويل لمن يعلم ، ثم لايعمل سبع مرات۔**‘‘

’’علم دین حاصل کرو، جب حاصل کرلو تو اس پر عمل بھی کرو۔ پھر فرمایا: جاہل کے لیے ایک ہلاکت ہے اگر وہ جاہل ہی رہے اور اللہ چاہے تو اسے علم دے کر اس ہلاکت سے نکال بھی سکتا ہے، مگر جو شخص علم رکھنے کے باوجود عمل نہ کرے اس کے لیے سات مرتبہ ہلاکت ہے۔‘‘

فائدہ: سات کا عدد محض کثرت کے لیے بھی بولا جاتا ہے، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اس کے لیے ہلاکتیں ہی ہلاکتیں ہیں، کیونکہ بے عمل ہر لمحے رحمتِ الٰہی سے دور ہوتا جاتا ہے، لہٰذا مقصدِ علم، عمل ہونا چاہیے۔ علم برائے علم، یا علم برائے اسناد اور اسناد برائے ذریعۂ معاش اس دور کا بہت بڑا فتنہ ہے۔ تصحیحِ نیت کے ساتھ تبعاً ان اُمور سے واسطہ پڑے تو کوئی حرج نہیں۔

علم سیکھنے سے آتا ہے

’’**إن الرجل لا يولد عالما وإن العلم بالتعلم۔**‘‘

''انسان ماں کے پیٹ سے عالم بن کر پیدا نہیں ہوتا، علم تو سیکھنے سے آتا ہے۔''

فائدہ: علم کسی صاحبِ فضل وعلم کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے سے آتا ہے، کسی کی راہنمائی کے بغیر علمی مدارج طے کرنے کے خواب دیکھنا احمقوں کا کام ہے۔ بعض اوقات طالب علم کی خود پسندی اور اس کا مصنوعی وقار اس کے تحصیلِ علم میں آڑ بن جاتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات علمی خانوادوں کے چشم وچراغ ''پدرم عالم بود'' کے زعم میں مبتلا ہوکر علم وفضل سے محروم رہ جاتے ہیں۔ علمی استفادے کی لذت اس وقت تک حاصل نہیں کی جاسکتی، جب تک طالب علم اپنا مصنوعی وقار اور خود پسندی کا لباس اُتار نہ دے اور اصحابِ علم سے استفادے میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہ کرے۔

علم بھولنے کی وجہ

''إني لأحسب الرجل ينسى العلم كان يعلمهٗ لخطيئة يعملها۔''

''جو شخص علم دین کی کوئی چیز جاننے کے بعد بھول جائے، میرے خیال میں یہ اس کے کسی گناہ کا اثر ہے جو اس سے صادر ہوا ہے۔''

فائدہ: بھول پن کے کئی مادی اسباب بھی ہوسکتے ہیں، جو انسان کو مختلف احوال میں لاحق ہوتے رہتے ہیں، لیکن اگر انسان کو دنیاوی دھندے تو نہ بھولنے پائیں، مگر علم دین کے وہ مسائل جنہیں وہ جان چکا تھا، بھول پن کا شکار ہوجائیں تو یقیناً یہ کسی گناہ کا ثمرۂ بد ہے جو اس سے صادر ہوا ہے۔ یہی نسیان کا روحانی سبب ہے، علم دین کی حفاظت گناہوں سے محفوظ ہونے میں ہے۔

علم خشیتِ الٰہی کا نام ہے

''ليس العلم بكثرة الرواية ولكن العلم الخشية۔''

''علم خشیتِ الٰہی کا نام ہے، نہ کہ کثرتِ روایات کا۔''

فائدہ: ایک صحابیِ رسول کی فراستِ ایمانی کا اندازہ لگایئے۔ خیر القرون میں رہتے ہوئے انہوں نے جس علمی فتنے کی نشاندہی فرمائی ہے، آج اُسے فتنہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔

علمِ دین کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ معرفتِ الٰہی حاصل ہو، اس معرفت کے نتیجے میں انسان کا رواں رواں خشیتِ الٰہی میں ڈوب کر سراپا اطاعت بن جائے۔ خشیت معرفت سے حاصل ہوتی ہے اور معرفت علم سے، انبیاء کرام علیہم السلام کو یہ معرفت سب سے مستند علم ''وحی'' سے براہِ راست حاصل ہوئی تھی، اس لیے ان میں خشیتِ الٰہی بھی بکمال پائی جاتی ہے۔ اس تعلقِ علم کی وجہ سے علماء کرام کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ عام لوگوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والے ہوتے ہیں: ''إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ۔'' (فاطر:۲۸)..... ''اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم

رکھتے ہیں۔'' جو علم انسان کو خشیت سے دوچار کرنے کے بجائے محض جستجو کے لیے مہمیز کا کام دے، اس سے پناہ مانگنی چاہیے۔ ایسا شخص قابلِ رحم ہے جس کی معلومات تو وسیع ہوں، مقالے، مضامین، علمی تحقیقات نوکِ قلم پر ہوں، ہر عہد کی کتابوں سے نام بہ نام واقفیت ہو، مگر دل خشیتِ الٰہی سے خالی ہو۔

ایک اضافی خوبی کے لیے حقیقی مقصد کو نظر انداز کر دینا، پانی کی تلاش میں سراب کے پیچھے جان گنوانے کے مترادف ہے۔

علماء پر شہداء کا رشک

''علیکم بالعلم قبل أن یرفع، ورفعه موت رواته، فو الذي نفسي بیده! لیؤدن رجال قتلوا في سبیل الله شهداء أن یبعثهم الله علماء لما یرون من کرامتهم، فإن أحدا لم یولد عالما، وإنما العلم بالتعلم.''

''علم کو اس کے اُٹھ جانے سے قبل ہی حاصل کرلو، اہلِ علم کا فوت ہو جانا ہی علم کا اُٹھ جانا ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، قیامت کے دن اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہوئے شہید ہوجانے والے لوگ جب اپنی آنکھوں سے علماء کی قدر و منزلت کا مشاہدہ کریں گے تو حسرت کریں گے کہ کاش! اللہ تعالیٰ انہیں بھی علماء کی صف میں اُٹھاتا، کوئی شخص بھی عالم بن کر پیدا نہیں ہوتا اور علم، علم حاصل کرنے سے آتا ہے۔''

فائدہ: اسلام کی سربلندی اور دفاعِ اُمت کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنا قابلِ قدر قربانی ہے، لیکن علماءِ حق کی قربانیاں اپنے پہلو میں ''افضل الجہاد'' کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس مقدس جماعت کے افراد اُمتِ مسلمہ کی ایمانی دولت کے محافظ بن کر پوری زندگی شیطانی قوتوں سے نبرد آزما رہتے ہیں۔ حق گو عالم دین دشمنوں کی بھیڑ میں رہ کر صبح و شام اپنی آرزوؤں کا خون کر کے گلستانِ اسلام کی آبیاری کرتا رہتا ہے۔ نیز جہاد انسانوں کے حق میں سراپا رحمت بننے کے لیے آئینِ شریعت کا محتاج ہے۔ گویا جہاد کی بقاء علمِ شریعت کی بقاء پر موقوف ہے، اس سے فضیلتِ علم کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم عمل کے لیے اُترا ہے، نہ کہ محض پڑھنے کے لیے

''أنزل القرآن لیعمل به فاتخذتم دراستهٗ عملاً، وسیأتي قوم یثقفونهٗ مثل القناة لیسوا بخیارکم. والعالم الذي لا یعمل کالمریض الذي یصف الدواء، وکالجائع الذي یصف لذائذ الأطعمة ولا یجدها، وفي مثله قولهٗ تعالٰی: ﴿وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ﴾۔'' (الأنبیاء: ۱۸)

''قرآن کریم عمل کی غرض سے نازل کیا گیا ہے، لیکن تم نے اس کے نازل ہونے کا مقصد

محض پڑھنا سمجھ لیا ہے۔ عنقریب ایسے لوگ آکر رہیں گے جو قرآن کریم کے الفاظ کو نیزے کی طرح سیدھا کرنے کو مقصدِ زندگی سمجھ لیں گے، ایسے لوگوں کا شمار تمہارے اچھے لوگوں میں نہیں ہوگا۔ جو صاحبِ علم اپنے علم پر عمل نہ کرے، اس کی مثال اس مریض کی طرح ہے جو مرض کی دوا بیان کرتا ہے، مگر خود اس سے شفا نہیں پاتا، یا اس بھوکے کی طرح ہے جو کھانوں کے ذائقے بیان کرتا ہے، مگر لذتِ دہن سے محروم رہتا ہے۔ ایسے بے عمل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم جو باتیں بناتے ہو وہ تمہارے لیے باعثِ خرابی ہیں۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بعض عارفین کا قول نقل کیا ہے کہ لوگ تجوید کے قواعد میں اس قدر منہمک ہوجاتے ہیں کہ قرآن کریم کی حقیقی روح ''خشیت'' پسِ پردہ چلی جاتی ہے۔ (الفوز الکبیر، ص:۳۵)

اعترافِ جہالت

''إن الذي یفتي الناس في کل ما یستفتونہٗ لمجنون. وقال: جُنة العالم: ''لا أدري''؛ فإن أخطأها فقد أصیبت مقاتله.'' (الاحیاء، ج:۱، ص:۹۱)

''جو شخص ہر سوال کا دھڑلے سے جواب دیتا چلا جائے وہ بے وقوف ہے۔ پھر فرمایا: عالم کی ڈھال یہ کلمہ ہے: ''مجھے معلوم نہیں۔'' پھر اگر کسی مسئلے سے ناواقف ہونے کے باوجود اعترافِ جہالت کرنے کی بجائے جواب دینے کی غلطی کر بیٹھا تو برباد ہوگیا۔''

فائدہ: کسی مسئلے کا جواب انتہائی سوچ سمجھ کر اور صورتِ مسئلہ کو جان کر دینا چاہیے۔ اس لیے محتاط اہلِ علم پیچیدہ مسائل کا جواب تحریری صورت میں دیتے ہیں، اس میں خطا کا امکان کم ہوتا ہے۔ مسئلے کا جواب کسی قاعدے اور نظیر کو سامنے رکھ کر دینے میں ٹھوکر لگتی ہے، اس لیے جب تک یقینی مسئلہ معلوم نہ ہو، جواب سے گریز کرنا چاہیے، اس سے اعتماد بھی بڑھ جاتا ہے۔

عالمِ دین مسلسل نماز میں ہوتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لا یزال الفقیه یصلي''... ''فقیہ ہمیشہ نماز میں ہوتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: کیسے؟ آپ نے فرمایا: ''ذکر اللّٰہ تعالٰی علٰی قلبهٖ ولسانهٖ''... ''اس کا دل اور اس کی زبان ذکرِ الٰہی سے معطر رہتے ہیں۔''

فائدہ: یادِ الٰہی اور حضوری ایک والہانہ ڈھنگ ہے۔ دینی مسائل کا تکرار، استحضار بھی درحقیقت اللہ کی یاد ہے، اس لیے اسے نماز سے تشبیہ دی ہے کہ فقیہ ہمیشہ یادِ الٰہی میں مصروف رہتا ہے۔

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ ....

شرعی عائلی احکام کی دفعہ بندی:

قانونِ حضانت (چوتھی قسط)

مفتی شعیب عالم
اُستاذ و مفتی دارالافتاء جامعہ

قانونِ حضانت

(اولاد کی پرورش وتربیت اور نگہداشت و پرداخت کو شریعت کے خطوط پر اُستوار کرنے کا قانون)

تمہید

ہرگاہ کہ قرینِ مصلحت ہے کہ اولاد کی پرورش ونگہداشت اور تربیت و پرداخت کے متعلق ایک جامع اور مکمل، مفصل اور مدلل، اسلامی خطوط پر اُستوار اور تعلیماتِ شرعیہ کے موافق ومطابق قانون بنایا جائے، تاکہ خداوند تعالیٰ کی خوشنودی کے ساتھ مملکتِ خداداد پاکستان کے قیام کی حقیقی غرض و غایت، اساسی مقصد اور بنیادی ہدف کو حاصل کیا جاسکے اور ایک صالح اور پاکیزہ معاشرے کے قیام کو عمل میں لایا جاسکے، لہٰذا درج ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

دفعہ ۱۔ مختصر عنوان، وسعت اور نفاذ:

(الف) یہ قانون ’’قانونِ پرورشِ اولاد‘‘ کہلائے گا۔

(ب) اس کا اطلاق دستورِ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی دفعہ کے احکام کے تابع پورے پاکستان پر ہوگا۔

(ج) اس قانون کا نفاذ اس تاریخ سے ہوگا جو آئین کے تحت مجاز فرد یا ادارہ یا جیسی صورت ہو، اس کے لیے تجویز کرے۔

دفعہ ۲۔ تعریفات:

اس قانون میں تاوقتیکہ سیاق وسباق عبارت سے کچھ اور مطلب ومفہوم نہ نکلتا ہو، درج ذیل الفاظ کے وہی معنی لیے جائیں گے جو بذریعہ ہٰذا ان کے لیے بالترتیب مقرر کیے گئے ہیں، یعنی:

ذو رحم محرم: اس سے مراد بچہ کا ایسا رشتہ دار ہے جو تین صفات کا حامل ہو:
(۱) بچہ کے ساتھ اس کا رشتہ نسب کا رشتہ ہو۔
(۲) بچہ کے ساتھ اس کا نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہو۔
(۳) نکاح نسب کے سبب نہ کہ کسی اور سبب مثلاً رضاعت یا مصاہرت کے سبب حرام ہو۔

سفر: اس سے مراد سفرِ لغوی یا سفرِ شرعی نہیں، بلکہ زیرِ پرورش بچہ کے جائے قیام سے اتنی مسافت مراد ہے کہ بچہ کا سرپرست ونگران دن ہی دن کو بچہ سے مل کر واپس نہ لوٹ سکے۔

سال: سال سے مراد قمری سال ہے۔

حاضنہ: شرعی اہلیت رکھنے والی وہ عورت جسے بچہ کی پرورش سپرد ہو۔

بچہ: اس سے مراد نابالغ لڑکا یا لڑکی یا ان کے مشتقات ہیں۔

ولی: ولی سے مراد زیرِ پرورش کا ولی ہے جسے اس پر شرعی ولایت حاصل ہو۔

وصی: وصی کا مطلب وہ شخص ہے جسے نابالغ کے باپ یا دادا نے نابالغ کی نگہداشت و پرداخت یا اپنے ترکہ کی تولیت وانتظام سپرد کیا ہو۔

پنچایت: دو یا دو سے زائد بالغ، اہل علم، مسلمان مردوں پر مشتمل ایسی جماعت ہے جو دین دار، تجربہ کار اور صاحبِ بصیرت ہوں اور ترجیحاً زیرِ پرورش کے قرابت دار ہوں۔

ذوی الارحام: اس سے شرعی قانونِ وراثت کی اصطلاح مراد ہے، مگر زیرِ پرورش کا محرم ہونا بھی لازمی شرط ہے۔

دفعہ: دفعہ سے قانونِ ہذا کی دفعہ مراد ہے۔

شق: اس دفعہ کی شق مراد ہے جس میں وہ واقع ہو۔

مذکر ومؤنث: وہ الفاظ جن سے صیغۂ مذکر کا مفہوم نکلتا ہو، صیغۂ مونث پر بھی حاوی سمجھے جائیں گے۔

واحد اور جمع: صیغہ واحد کے الفاظ میں جمع اور صیغہ جمع کے الفاظ میں واحد کا صیغہ بھی شامل ہے۔

دفعہ۳۔ حضانت کی تعریف:

شرعی مستحق کا بچے کی پرورش کرنے کو حضانت کہتے ہیں۔

مستحقینِ حضانت

دفعہ۴۔ ماں کا حقِ حضانت:

حضانت کا اولین حق بلا قیدِ مذہب سگی ماں کو ہے، چاہے وہ:

۱۔ زیرِ پرورش کے باپ کی منکوحہ ہو، یا

۲۔ طلاقِ رجعی یا بائن کی عدت میں ہو، یا

۳۔ شوہر کی موت یا دیگر اسبابِ فسخ کی بنا پر اس کی زوجیت سے خارج ہوگئی ہو، شرط یہ ہے کہ قانون ہذا کے احکام کے تابع پرورش کی اہلیت رکھتی ہو۔

دفعہ۵۔ غیر مسلمہ کا حقِ حضانت:

غیر مسلمہ پرورش کنندہ کو، خواہ ماں ہو یا کوئی اور، اگر مرتدہ نہ ہو، اگرچہ کسی آسمانی دین کی پیرو نہ ہو، اس وقت تک مسلمان بچے کی پرورش کا حق ہے، جب تک:

الف۔ بچے میں دین سمجھنے کی صلاحیت پیدا نہ ہو، یا

ب۔ اس کے متعلق کفر سے مانوس ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

مگر شرط یہ ہے کہ کسی غیر مسلمہ کو سات سال سے زائد کسی لڑکی کا حقِ پرورش نہ ہوگا۔

توضیح: غیر مسلمہ کو غیر مسلم کم سن کے متعلق دفعہ ہذا میں مذکور قیود کے بغیر بھی حقِ پرورش حاصل ہے۔

دفعہ۶۔ ماں کی قرابت دار عورتوں کا حقِ حضانت:

ماں کی بوجہ وفات عدم موجودگی، یا

پرورش پر غیر آمادگی، یا

عدمِ اہلیت کی بنا پر

حضانت کا حق بالترتیب مندرجہ ذیل عورتوں کو حاصل ہوگا اور زیرِ حضانت کا ولی اپنے حین حیات یا بعد از وفات بذریعہ تقررِ وصی مستحقِ حضانت عورت کا حقِ حضانت زائل نہیں کر سکے گا:

۱۔ نانی ۲۔ پرنانی

۳۔ سکڑ نانی (خواہ کتنے ہی اوپر کڑی کی کیوں نہ ہو) ۴۔ دادی

۵۔ پردادی ۶۔ سکڑ دادی (خواہ کتنے ہی اوپر درجہ کی ہو)

۷۔ سگی بہن
۸۔ ماں شریک بہن
۹۔ باپ شریک بہن
۱۰۔ سگی بہن کی بیٹی (سگی بھانجی)
۱۱۔ ماں شریک بہن کی بیٹی (مادری بھانجی)
۱۲۔ سگی خالہ
۱۳۔ ماں شریک خالہ (مادری خالہ)
۱۴۔ باپ شریک خالہ (پدری خالہ)
۱۵۔ باپ شریک بہن کی بیٹی
۱۶۔ سگی بھتیجی
۱۷۔ ماں شریک بھتیجی
۱۸۔ باپ شریک بھتیجی
۱۹۔ سگی پھوپھی
۲۰۔ ماں شریک پھوپھی
۲۱۔ باپ شریک پھوپھی
۲۲۔ ماں کی سگی خالہ
۲۳۔ ماں کی ماں شریک خالہ
۲۴۔ ماں کی باپ شریک خالہ
۲۵۔ باپ کی سگی خالہ
۲۶۔ باپ کی ماں شریک خالہ
۲۷۔ باپ کی باپ شریک خالہ
۲۸۔ ماں کی سگی پھوپھی
۲۹۔ ماں کی ماں شریک پھوپھی
۳۰۔ ماں کی باپ شریک پھوپھی
۳۱۔ باپ کی سگی پھوپھی
۳۲۔ باپ کی ماں شریک پھوپھی
۳۳۔ باپ کی باپ شریک پھوپھی

توضیح: درج بالا فہرست رشتہ دارانِ اناث متذکرۃ الذیل اصولوں پر مبنی ہے:

(الف) حقِ حضانت میں عورتوں کو مردوں پر اور ماں کے قرابت داروں کو باپ کے رشتہ داروں پر ترجیح حاصل ہے۔

(ب) حقِ حضانت درجہ بدرجہ قریب سے بعید عورت کی طرف منتقل ہوگا، جب قریبی رشتہ دار عورت نہ ہو یا ہو مگر آمادہ نہ ہو یا دست بردار ہوچکی ہو یا نااہل ہو تو دور کی رشتہ دار عورت کو حق حاصل ہوگا۔

(ج) ایک درجہ میں دو مستحق رشتہ دار جمع ہو جائیں تو ترجیح اسے حاصل ہوگی جو جانبین سے قرابت رکھتا ہو۔

(د) چچازاد، تایازاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد اور ماموں زاد بہنوں کو حقِ حضانت حاصل نہ ہوگا۔

دفعہ ۷۔ عصبات کا حقِ حضانت:

(الف) ماں یا دفعہ ۵ اور ۶ میں مذکور پرورش کی مستحق کوئی عورت نہ ہو، یا

ہومگر اہلیت نہ رکھتی ہو، یا

اہلیت رکھتی ہومگر پرورش پر آمادہ نہ ہو، یا

پرورش پر آمادہ ہومگر مدتِ پرورش اختتام پذیر ہوچکی ہوتو حقِ پرورش قانونِ وراثت کے مطابق درجہ بدرجہ عصبہ کو ہوگا، یعنی:

۱۔ باپ
۲۔ دادا
۳۔ پڑدادا
۴۔ سگا بھائی
۵۔ باپ شریک بھائی
۶۔ سگے بھائی کا لڑکا (سگا بھتیجا)
۷۔ باپ شریک بھائی کا لڑکا (سوتیلا بھتیجا)
۸۔ سگا چچا
۹۔ باپ شریک چچا (سوتیلا چچا)
۱۰۔ سگے چچا کا لڑکا
۱۱۔ باپ شریک چچا کا لڑکا
۱۲۔ باپ کا حقیقی چچا
۱۳۔ باپ کا پدری چچا
۱۴۔ دادا کا حقیقی چچا
۱۵۔ دادا کا پدری چچا

اگر بچہ کسی حاضنہ کے زیرِ پرورش ہوتو مدتِ پرورش کے اختتام پر عصبہ کو بچہ اپنی تحویل میں لینے کا حق ہوگا اور اگر عصبہ مطالبہ نہ کرے یا آمادہ نہ ہوتو بزورِ عدالت اسے مجبور کیا جائے گا۔

(ب) عصبہ میں شرط ہوگا کہ:

۱۔ اس کا دین اور زیرِ پرورش کا دین ایک ہو، بنا برایں ایک عیسائی بچی جس کا ایک بھائی مسلمان اور دوسرا عیسائی ہو، وہ عیسائی بھائی کی تحویل میں دی جائے گی۔

۲۔ عصبہ کا زیرِ پرورش لڑکی کا محرم ہونا شرط ہے، بنا برایں لڑکی بر بنائے استحقاق کسی غیرمحرم عصبہ کی پرورش میں نہیں دی جائے گی، خواہ:

(۱) لڑکی کا ذوی الارحام میں سے کوئی محرم ہو یا نہ ہو

(۲) لڑکی بہت کمسن ہو یا مشتہاۃ ہو

(۳) عصبہ قابلِ اطمینان ہو یا ناقابلِ اعتماد ہو

(د) اگر ایک ہی درجے میں پرورش کے مستحق کئی اشخاص جمع ہوں اور سب ہی پرورش کے خواہاں ہوں تو جو زیادہ بہتر ومناسب ہو وہ مقدم ہوگا، پھر جو زیادہ پرہیزگار ہو، پھر جو زیادہ عمر رسیدہ ہو۔ (جاری ہے)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم اخلاق

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

انتخاب وتسہیل: مولانا عبدالصمد، محراب پور، سندھ

۱:- حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے پوچھا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا خُلق تھا جس کی حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں تعریف کی ہے؟ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: ''آپ کا خلق قرآن تھا'' یعنی جس چیز کو حق تعالیٰ نے اچھا فرمایا ہے وہی آپ کی طبیعت چاہتی تھی اور جس چیز کو حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں برائی سے یاد کیا ہے اس سے آپ کی طبیعت کو نفرت تھی اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم وہ ہے جو حق تعالیٰ نے اس آیت میں تعلیم فرمایا ہے کہ: '' خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ '' یعنی'' لازم پکڑ معاف کرنے کو اور حکم کر نیک کام کا اور کنارہ کر جاہلوں سے'' اور حقیقت میں اللہ کی طرف لوگوں کو بلانے میں اور دینِ حق کی تائید کرنے میں اس سے سخت تر کوئی چیز نہیں ہے۔

اور حدیث شریف میں وارد ہے: ''إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ '' یعنی'' میں اس واسطے مبعوث ہوا ہوں کہ اگلے تمام پیغمبروں کی بزرگی اور اچھائیوں کو تمام اور پورا کروں۔''

۲:-حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب آیت ''خُذِ الْعَفْوَ '' کی نازل ہوئی، تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس کی تفسیر پوچھی، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''أُوْتِيْتَ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ أَنْ تَصِلَ مَنْ قَطَعَکَ وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَکَ وَ تَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَکَ '' یعنی'' یہ آیت پوری آپ کو اخلاقِ عظیمہ کی تعلیم کرتی ہے، سو ان ہی مکارم اخلاق میں سے یہ ہے کہ مل اس سے جو تجھ سے کاٹے اور دے اس کو جو تجھ کو محروم رکھے اور نہ دے اور درگزر کر اس سے جو تجھ پر ظلم کرے۔'' سو جو شخص کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے خوب طرح سے واقف ہو جائے اس کو اس بات کا یقین ہو جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب مرتبوں کو انتہا کے درجے کو پہنچایا تھا کہ اس سے زیادہ کسی بشر کی طاقت نہیں ہے کہ کر سکے۔

۳:-طبرانیؒ اور حاکمؒ اور ابن حبانؒ اور بیہقیؒ اور دوسرے قابل اعتبار محدثین نے ایک یہود

کے عالم کی زبانی روایت کی ہے جس کا نام زید بن سعنہ تھا کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے اگلی کتابوں میں رسول آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف دیکھی تھی اور وہ سب اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے تھے، مگر دو وصفوں کا حال مجھے معلوم نہ تھا: ایک یہ کہ غصے پر حلم غالب ہو اور دوسرا یہ کہ سخت بات سننے سے غصہ نہ آوے، بلکہ اور نرمی زیادہ ہو، سو میں چاہتا تھا کہ ان دونوں باتوں کو کسی طرح سے آزماؤں۔ مدت تک اس کی انتظار میں رہا، اتفاقات سے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کھجور بطور قرض خریدے اور اس کے ادا کرنے کی ایک مدت مقرر کی، میں اس مدت سے دو تین دن پہلے آپ کے پاس گیا اور تقاضا اپنے روپوں کا شروع کیا، پھر دیکھا میں نے کہ آپ سن کے چپ ہو رہے اور یہ بھی نہیں کہتے ہیں کہ ابھی تمہارا وعدہ نہیں ہوا، تم تقاضا کیوں کرتے ہو؟ پھر میں نے سخت تقاضا کیا اور میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کے اصحابؓ بہت سے غصہ میں آئے اور کوئی سخت بات مجھ سے کہیں، لیکن آپ کو ہرگز غصہ نہ آیا، یہاں تک کہ میں نے یہ بھی کہا کہ تمہارے خاندان میں اسی طرح قرض ادا کرتے ہیں؟ حیلہ حوالہ کیا کرتے ہیں؟ کسی قرض خواہ نے تم سے اپنا قرض آسانی سے نہیں وصول کیا ہوگا۔ اس بات کے سننے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور میں اُٹھ کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کرتہ شریف اور چادر مبارک ہاتھ سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچنے لگا اور غصے کی آنکھوں سے میں نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا کہ: ابھی اٹھو اور میرا قرض ادا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بے قرار ہو کے تلوار لے کر میرے سر پر آپہنچے اور کہنے لگے کہ: اے دشمن خدا کے! تو باز نہیں آتا ہے، ابھی تیرا سر اڑا دیتا ہوں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ: مجھ کو تم سے یہ توقع نہ تھی، تم کو چاہیے تھا کہ مجھ کو سمجھاتے کہ اس کا قرض اچھی طرح آسانی سے ادا کیجئے اور اس کو سمجھاتے کہ نرمی سے تقاضا کرو، سو اس کے خلاف یہ کیا بات ہے جو تم کہتے ہو؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت شرمندہ ہوئے اور عرض کی کہ: یا رسول اللہ! اس سے زیادہ مجھ میں صبر نہیں ہے، اگر آپ فرمائیں تو میں اس کا قرض ادا کر دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جاؤ اس کا جتنا قرض ہے وہ دو اور بیس صاع اس سے اور زیادہ اس کو دو، تاکہ تمہاری اس بدسلوکی اور سخت گوئی کا عوض ہو جائے، وہ شخص کہتا ہے کہ میں اس بات کے سنتے ہی ایمان لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری کا قائل ہوا۔

۴:- صحیح روایت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ بیٹھے ہوئے کچھ باتیں کر رہے تھے، پھر وہاں سے اٹھ کر گھر کو تشریف لے چلے، میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہولیا، راستے میں ایک بدو یعنی گنوار، جنگل کا رہنے والا ملا اور اس نے آپ کی چادر آپ کے سر سے زور سے کھینچی، یہاں تک کہ آپ کی گردن مبارک سرخ ہوگئی اور قریب تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا

سر مبارک دیوار سے جا لگے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گنوار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ: تیرا مطلب کیا ہے؟ تو کہہ، اس نے کہا کہ: یہ دونوں میرے اونٹ غلہ سے بھر دے، اس واسطے کہ جو تیرے پاس مال ہے وہ مال خدا کا ہے، کچھ تیرا اور تیرے باپ کا نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: تو سچ کہتا ہے، یہ مال حق تعالیٰ کا ہے، میرا اور میرے باپ کا نہیں ہے، لیکن یہ جو تو نے میری چادر زور سے کھینچی اور مجھ کو رنج پہنچایا، یہ تو میرا حق ہے، اس کا عوض تو میں تجھ سے لوں گا، اس نے کہا کہ میں ہرگز اس کا عوض نہ دوں گا، آپ یہ کلمہ فرماتے تھے اور نہایت خوشی سے مسکراتے جاتے تھے اور وہ بھی جواب دیتا جاتا تھا، جب اسی گفتگو میں تھوڑی دیر گزری، تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بلا کر فرمایا کہ: اس کے ایک اونٹ پر کھجور اور دوسرے اونٹ پر جَو بھر کر اس کے حوالے کرو۔ (ابوداؤد، کتاب الادب، جلد:۲،ص:۶۵۸)

۵:- تاریخ طبری میں مذکور ہے کہ ایک روز سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ: آج ایک بکری کے کباب بنانا چاہتا ہوں، سب نے عرض کی کہ بہت بہتر، پھر ایک نے ان میں سے کہا کہ: میں ذبح کرتا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ: میں کھال کھینچتا ہوں اور تیسرے نے کہا کہ: گوشت کا درست کرنا اور کوٹنا میرے ذمہ ہے اور چوتھے نے کہا کہ: اس کا پکانا میرے ذمہ ہے۔ حاصل کلام کا سب نے ایک ایک کام اپنے ذمہ پر کر لیا، تاکہ جلد کباب تیار ہو جائیں، اصحابؓ سب اس کام میں مشغول ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چپکے سے اُٹھے اور جنگل سے ایک گٹھا لکڑی کا تھوڑی دیر میں لے آئے، صحابہؓ نے دیکھا تو عرض کیا کہ: یا رسول اللہ! آپ نے کیوں اتنی تکلیف کی؟ یہ بھی ہم میں سے کوئی کر لیتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ اس بات کو مکروہ جانتا ہے کہ کوئی شخص اپنے یاروں میں ممتاز ہو کر بیٹھے اور یاروں میں شریک نہ ہو۔

۶:- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور یوں تھا کہ جب آپ فجر کی نماز سے فراغت پاتے تھے تو اس وقت لونڈیاں اور غلام مدینے والوں کے برتن میں پانی لے کر آتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پانی کو اپنے دستِ مبارک سے چھولیں، تاکہ وہ پانی متبرک ہو جائے اور اس کو اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں میں ڈالیں اور کبھی سردی کا موسم بھی ہوتا تھا اور برتن بہت سے ہوتے تھے، سب میں ہاتھ ڈالنے سے آپ کو تکلیف بھی ہوتی، لیکن باوجود اس رنج اور تکلیف کے آپ کسی کی دل شکنی نہیں کرتے تھے اور سب برتنوں میں اپنا دست مبارک ڈالتے تھے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم اخلاق کی چند جھلکیاں ہیں، جن پر ہمیں بھی عمل کر کے اپنی زندگی بسر کرنی چاہیے۔

(بحوالہ: ''تفسیر عزیزی''، پارہ: تبارک الذی، ص: ۵۹-تا-۶۵۔ مصنف: عمدۃ المفسرین فخر المحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

استغفار! گناہوں کا تریاق

جناب یزید احمد نعمانی

آج ہم گناہوں کے سمندر میں غرق ہیں۔ قدم قدم پر رب کریم کی نافرمانیاں کر رہے ہیں۔ ہماری صبح، ہماری شام، ہماری رات معصیتوں سے آلودہ ہیں۔ نفس و شیطان کے چنگل میں پھنس کر ہم اپنے رحیم و مہربان پروردگار کی بغاوت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ دنیا کی محبت نے ہمیں آخرت سے غافل کر رکھا ہے۔ اس فانی، عارضی اور ختم ہوجانے والی زندگی کو ہم نے اپنا مطمحِ نظر بنایا ہوا ہے۔ خوفِ خدا، فکرِ آخرت اور بارگاہِ الٰہی میں حاضری کا احساس معدوم ہوتا جارہا ہے۔ نتیجہ سامنے ہے۔ کثرتِ ذنوب نے ہم پر آفات و بلیات اور مصائب و آلام کے وہ پہاڑ توڑے کہ الامان والحفیظ!

حالاں کہ کتاب و سنت ہمیں اس بات سے آگاہ کرتے ہیں کہ انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ کوئی فردِ بشر معصوم نہیں۔ ہر انسان سے خطا، لغزش اور غلطی کا صدور ہوسکتا ہے، لیکن بہترین خطار کار وہ ہے جو اپنے کیے پر نادم و شرم سار ہو، جسے اس حقیقت کا احساس ہو کہ میرا ہر عمل محفوظ کرلیا گیا ہے اور میرا رب مجھ سے اس بارے میں یقیناً پوچھے گا۔ یہی وجہ ہے صاحبانِ ایمان کو بار بار گناہوں کے ''تریاق'' کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی دسیوں آیاتِ مبارکہ توبہ و استغفار کی اہمیت بیان کرتی ہیں، سیکڑوں احادیثِ مبارکہ میں انابت اور رجوع الی اللہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ بندہ گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد مایوس و پریشان ہوجائے، بلکہ کتابِ مبین میں خطا کاروں کے واسطے صاف صاف اعلان کردیا گیا ہے: ''اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔''

پھر سچے دل سے استغفار و توبہ اور باری تعالیٰ کے سامنے اقرارِ معصیت کی خیر و برکات دونوں جہانوں میں نصیب ہوتی ہیں۔ ایک حدیث مبارکہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو کوئی استغفار کو لازم پکڑے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر تنگی میں آسانی، ہر غم سے دوری (کا سامان) پیدا فرمائیں گے اور اُسے ایسی جگہ سے رزق نصیب فرمائیں گے، جہاں اس

کا گمان بھی نہ ہوگا۔‘‘ (سنن ابوداوٗد)

دوسری حدیث مبارکہ میں ارشاد فرمایا گیا:

’’(قیامت کے روز) جو شخص اپنے نامۂ اعمال میں استغفار کی کثرت پائے، اس کے لیے خوش خبری ہے۔‘‘ (سنن ابن ماجہ)

استغفار کا عمل اللہ تعالیٰ کو بے حد محبوب ہے۔ ایک حدیث مبارکہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’جب بندہ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ سے رب کریم اس سے زیادہ راضی (اور خوش) ہوتے ہیں، جتنا تم میں سے کوئی (اس وقت ہوتا ہے جب وہ) اپنی سواری پر جنگل و بیاباں میں جارہا ہو، اچانک وہ سواری اس سے گم ہوجائے، اس حال میں کہ اس پر اس کا کھانا پینا (بھی) رکھا ہو، وہ اس (کی واپسی) سے مایوس ہوجائے اور ایک درخت کے سائے میں آکر لیٹ جائے، ابھی وہ اس حال میں ہو کہ دفعتاً دیکھے وہ سواری اس کے پاس کھڑی ہے، بس وہ اس کی لگام تھام لے، پھر مسرت وشادمانی کے عالم میں یہ کہہ بیٹھے: ’’اے اللہ! آپ میرے بندے اور میں آپ کا رب۔‘‘ (یعنی خوشی کے باعث غلط جملہ کہہ دے۔) (صحیح مسلم)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک عمل سے بھی اُمت کو استغفار کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

’’اے لوگو! اللہ کے سامنے توبہ کرو، بے شک میں بھی دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔‘‘ (صحیح مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

’’ہم ایک مجلس میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سو مرتبہ (استغفار کا یہ کلمہ پڑھنا) شمار کیا کرتے تھے:

’’رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ.‘‘ (سنن ابوداوٗد)

بعض لوگ یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ ہم توبہ کے باوجود گناہوں سے باز نہیں آرہے تو پھر ایسی توبہ اور ایسے استغفار کا کیا فائدہ؟ حالاں کہ حدیث مبارکہ میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’جو شخص استغفار کرتا رہے، اُسے (گناہ پر) اصرار کرنے والا نہیں سمجھا جائے گا، اگرچہ دن میں ستر مرتبہ وہ اس گناہ کا ارتکاب کیوں نہ کرے۔‘‘ (سنن ابوداوٗد)

مذکورہ حدیث مبارکہ کی تشریح میں حضرات علماء کرام فرماتے ہیں:

’’گناہ پر اصرار کرنے والا وہ ہے جو استغفار نہ کرے اور گناہ پر شرمندہ بھی نہ ہو۔‘‘ ابن

الملکؒ فرماتے ہیں: ''جو کوئی معصیت و گناہ کا کام کرے اور اس کے بعد استغفار کر لے اور اظہارِ ندامت سے کام لے، وہ برائی پر اصرار کرنے سے نکل گیا۔'' (عون المعبود)

گناہوں پر شرم سار ہونا، اپنی لغزش کا اقرار کرنا اور اپنے جرم کا اعتراف کرنا، وہ مبارک و بابرکت عمل ہے جس کا توڑ شیطان کے پاس نہیں۔ امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں:

''ابلیس نے اپنے چیلوں سے کہا: ''تم انسانوں کو کس طرح گمراہ کرتے ہو؟'' وہ کہنے لگے: ''ہم ہر طریقے اور ہر جہت سے انہیں گمراہ کرتے ہیں۔'' ابلیس نے جواب میں کہا: ''کیا استغفار کے بارے میں بھی تم نے انہیں گمراہ کیا ہے؟'' یہ سن کر ابلیسی گماشتوں نے کہا: ''استغفار تو وہ عمل ہے جو توحید باری تعالیٰ کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔'' (اس پر ہمارا زور کیسے چل سکتا ہے؟) ابلیس نے کہا: ''میں انسانوں کے درمیان ایسی چیز پھیلاؤں گا جس پر انہیں استغفار کرنے کی نوبت نہیں آئے گی۔'' امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں: ''شیطان نے انسانوں میں خواہشات وتمناؤں کو پھیلایا (جسے کوئی گناہ نہیں سمجھتا اور اس پر استغفار بھی نہیں کرتا)'' (سنن دارمی: باب فی اجتناب الأ ہواء)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جناب نبی کریم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بے شک شیطان نے (حق تعالیٰ سے) کہا تھا: ''اے میرے رب! تیری عزت کی قسم! میں ہمیشہ تیرے بندوں کو گمراہ کرتا رہوں گا، جب تک ان کی روحیں ان کے جسموں میں موجود رہیں گی۔'' (جواب میں) اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا: ''میری عزت کی قسم! میرے جلال کی قسم! میرے بلند مرتبے کی قسم! جب تک میرے بندے مجھ سے مغفرت طلب کرتے رہیں گے، میں انہیں معاف کرتا رہوں گا۔''

آخر میں سمجھنے کی اہم بات یہ ہے کہ توبہ کی تین شرائط ہیں:

اول:... آدمی گناہ سے فی الفور باز آجائے۔ دوم:... اپنے کیے پر نادم ہو۔

سوم:... آئندہ اس گناہ کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو۔

اگر مذکورہ باتوں میں سے ایک بھی کم ہو تو توبہ نامکمل رہے گی۔

فائدہ: یہ شرائط اس وقت ہیں جب معصیت کا تعلق بندے اور رب کے درمیان ہو، اگر وہ گناہ کسی انسان سے بھی متعلق ہے تو اس میں چوتھی شرط یہ ہے کہ صاحبِ حق کو اس کا حق لوٹایا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں کثرتِ استغفار کی توفیق مرحمت فرمائے۔ (آمین)

..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ ..... ❁ ....

مدرسہ کا آغاز وارتقاء...جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

کا تعلیمی منہج اور کردار.....ایک تحقیقی مطالعہ

ڈاکٹر مولانا انعام اللہ
چیف ریسرچ آفیسر اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد

(دوسری قسط)

جامعہ کے چار ادوار

اہتمام کے اعتبار سے جامعہ کے چار ادوار ہیں:

پہلا دور:.....۱۳۷۴ھ ۱۹۵۴ء-تا-۳ ذوالقعدۃ ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۷ء، کل عرصہ اکیس سال۔

بانی مہتمم: حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ

نائب مہتمم: ۱:-جناب میر عالم خان لغاری، ۲:-مولانا اسماعیل بھاجی، ۳:-مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہم۔

ناظم تعلیمات: ۱:-جناب مولانا حامد، ۲:-مولانا فضل محمد سواتی، ۳:-مولانا محمد ادریس میرٹھی، ۴:-مولانا بدیع الزمان رحمۃ اللہ علیہم۔

دوسرا دور:.....ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق اکتوبر ۱۹۷۷ء تا رجب ۱۴۱۱ھ مطابق جنوری ۱۹۹۱ء۔ کل عرصہ ۱۴ سال۔ مہتمم: مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ، نائب مہتمم: مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار رحمۃ اللہ علیہ۔ ناظم تعلیمات: ڈاکٹر مولانا عبدالرزاق اسکندر مدظلہ العالی۔

تیسرا دور:..... رجب ۱۴۱۱ھ مطابق جنوری ۱۹۹۱ء-تا- رجب ۱۴۱۸ھ مطابق نومبر ۱۹۹۷ء۔ کل عرصہ سات سال۔

مہتمم: مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ نائب مہتمم: مولانا سید محمد بن مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ۔

ناظم تعلیمات: ۱: -مولانا مصباح اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ، ۲: -مولانا عبدالقیوم چترالی رحمۃ اللہ علیہ۔

چوتھا دور: .....رجب ۱۴۱۸ھ مطابق نومبر ۱۹۹۷ء جاری۔ کل عرصہ (تاحال): ۲۲ سال۔

مہتمم: ڈاکٹر مولانا عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم العالیہ (اس وقت بھی اس منصبِ جلیل پر فائز ہیں)

نائب مہتمم: ۱: -مولانا سید محمد بنوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۹۹۸ء، ۲: -مولانا سید سلیمان یوسف بنوری حفظہ اللہ (اس وقت بھی اس منصبِ جلیل پر فائز ہیں)

ناظم تعلیمات: ۱: - مولانا عبدالقیوم چترالی رحمۃ اللہ علیہ، ۲: -مولانا عطاء الرحمٰن شہید رحمۃ اللہ علیہ، ۳: -مولانا امداداللہ صاحب حفظہ اللہ۔ (اس وقت بھی ناظم تعلیمات ہیں) (۱)

شعبہائے جامعہ، اضافہ، وسعت

تاریخِ تأسیس سے جامعہ میں متعدد شعبے قائم ہیں، بعض شعبوں کا بعد کے ادوار میں اضافہ کیا گیا۔ اجمالی فہرست حسب ذیل ہے:

۱: -شعبہ حفظ وناظرہ قرآن مجید	۲: -درسِ نظامی	۳: -تخصصات
۴: -شعبہ عربی (صفوفِ عربیہ)	۵: -شعبہ بنات	۶: -بنوری ایجوکیشن سسٹم
۷: -الدراسات (تعلیم بالغاں)	۸: -ماہنامہ بینات	۹: -دارالافتاء
۱۰: -مجلسِ دعوت وتحقیقِ اسلامی	۱۱: -دارالتصنیف	۱۲: -تدوینِ فتاویٰ
۱۳: -کتب خانہ	۱۴: -ڈسپنسری	۱۵: -علامہ بنوریؒ ٹرسٹ

شعبہائے جامعہ کا مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

شعبہ حفظ وناظرہ قرآن مجید

یہ شعبہ ابتداء ہی سے قائم ہے، اس مرحلے میں تجوید کے ساتھ ناظرہ قرآن مجید اول تا آخر پڑھایا جاتا ہے، علاوہ ازیں بنیادی دینی تعلیمات سے بھی بچوں کو روشناس کرایا جاتا ہے۔ اس شعبہ میں تقریباً تمام بچے غیر رہائشی ہوتے ہیں۔ اب تک ناظرہ قرآن مکمل کرنے والے بچوں کی تعداد ایک لاکھ سے متجاوز ہے۔ بعض بچے ناظرہ قرآن پڑھنے ہی پر اکتفاء کرتے ہیں، جبکہ اکثر بچے دوسرے مرحلہ میں ترقی کر لیتے ہیں، اور ناظرہ قرآن مکمل کرنے کے بعد حفظ القرآن شروع کرتے ہیں۔ حفظ القرآن مکمل کرنے والے بچوں کی تعداد بھی لاکھ سے متجاوز ہے۔ اس وقت جامعہ سمیت تمام شاخوں میں اس شعبہ میں پڑھنے والے بچوں/ بچیوں کی تعداد تین ہزار پانچ سو (۳۵۰۰) ہے، جن کو ۱۲۵۰ اساتذہ کرام تعلیم دیتے ہیں۔ (۲)

درسِ نظامی

شعبہ درسِ نظامی تمام دینی مدارس کا بنیادی ومحوری شعبہ ہے، جس میں ابتدائی علوم (علومِ آلیہ) سے لے کر متوسط کتابوں تک اور پھر علومِ عالیہ یعنی قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے۔ درسِ نظامی کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے: ۱:-القسم الابتدائي، ۲:-القسم الثانوي، ۳:-القسم العالي۔

القسم الابتدائي (اعدادیات)

اس شعبہ میں عموماً وہ طلبہ داخلہ لیتے ہیں جنہوں نے اسکول کی تعلیم حاصل نہ کی ہو، آغاز کے وقت اعدادیہ کی تعلیم کا عرصہ دوسال پر محیط تھا، بعد میں تین سالہ نصاب مرتب کیا گیا، جس میں اردو، انگریزی، فارسی کی کتابیں اور فقہی مسائل پر مشتمل ابتدائی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں، نیز خوش نویسی اور کتابت بھی سکھائی جاتی تھی، جامعہ سمیت اکثر مدارس میں اس شعبہ کے نصاب میں تبدیلی آئی ہے۔

القسم الثانوي والعالي

درسِ نظامی کا وہ حصہ ہے، جو آٹھ سالہ نصاب پر مشتمل ہے، جس میں علومِ آلیہ وعالیہ پڑھائے جاتے ہیں۔ قرآن وسنت کو سمجھنے کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے، وہ تمام علوم چار مراحل میں پڑھائے جاتے ہیں: ۱:-الثانوية العامة (میٹرک)، ۲:-الثانوية الخاصة (ایف اے)، ۳:-العالية (بی اے)، ۴:-اور العالمية (ایم اے)۔

درسِ نظامی کے تمام مراحل میں ذریعۂ تدریس اردو ہے۔

صفوفِ عربیہ

درسِ نظامی کی ایک شاخ صفوفِ عربیہ ہے، جس کا آغاز ۱۹۹۰ء میں کیا گیا تھا، صفوفِ عربیہ میں ذریعۂ تدریس عربی ہے۔ اس شعبے میں درجہ اولیٰ تا درجہ رابعہ کتابیں پڑھائی جاتی ہیں، اس وقت تقریباً اسی (۸۰) طلباء اس شعبے میں زیرِ تعلیم ہیں، درجہ رابعہ کے بعد یہی طلبہ شعبہ اردو میں منتقل ہوجاتے ہیں۔ (۳)

درسِ نظامی صرف ونحو، علوم عربیۃ (معانی، بیان، بدیع) منطق وفلسفہ، فقہ، اصول فقہ، تفسیر، اُصولِ تفسیر، حدیث واُصولِ حدیث پر مشتمل ہے۔ حضرت بنوریؒ نے درسِ نظامی میں حسب ذیل میں چندعلوم کونمایاں جگہ دی:

(الف) تجوید وقراءت

علم تجوید اور مشق کو صلبِ نصاب میں شامل کیا، اور ابتدائی تین سالوں میں اس کی تدریس لازم قرار دی۔ جوطلباء درمیان میں بطور خاص دورہ میں داخل ہوتے ہیں، ان کے لیے آخری پارہ کا

حفظ اور تجوید کو لازم کر دیا۔ (۴)

(ب) سیرت و تاریخ

آپ نے ابتداء ہی سے سیرت کی کتابوں کو نصاب کا حصہ بنایا۔ چنانچہ درجہ اولیٰ میں ''رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلم)''، تصنیف سید سلیمان ندوی، درجہ ثانیہ میں ''تاریخ خلفاء راشدینؓ'' اور درجہ ثالثہ میں ''نور الیقین فی سیرۃ سیدالمرسلین'' تصنیف: محمد بن عفیفی الخضری کو نصاب میں شامل کیا۔ علاوہ ازیں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ یہ تھا کہ علوم کو اصل مصادر سے پڑھا جائے، جو متقدمین کی تصانیف ہیں اور جن کی طرزِ تحریر اور اسلوبِ بیان سہل اور تعبیر نہایت حسین اور عبارت نہایت سلیس وشگفتہ ہے، اس کے برعکس متاخرین کی کتابیں مغلق اور تفصیلات سے پُر ہیں (۵)۔ اُصولِ بزدوی، الاختیار اور شرح ابن عقیل کو داخل نصاب کیا گیا۔ وفاق المدارس کے نصاب کی وجہ سے بعض کتب کو پھر سے تبدیل کیا گیا ہے۔

بنوریؒ ایجوکیشن سسٹم

جامعہ کے تعلیمی نظام میں اس شعبے کا قیام ایک بڑی اہم تبدیلی ہے۔ یہ شعبہ درحقیقت اعدادیات کی متبادل توسیعی شکل ہے، جس کے دورانیہ، نظام اور نصاب میں تبدیلی کر کے یہ شعبہ قائم کیا گیا ہے۔ شعبے کا قیام ۲۰۱۲ء کو عمل میں آیا جس کے مطابق پانچ سالوں میں نان میٹرکولیٹ بچوں کو پانچویں جماعت سے لے کر میٹرک تک کا نصاب پڑھایا جاتا ہے، جس میں درجہ اولیٰ کا نصاب اس طرح سمویا گیا ہے کہ بچہ میٹرک کے ساتھ ساتھ اولیٰ بھی پڑھ لیتا ہے، اور اگلے سال درجہ ثانیہ میں ترقی کر لیتا ہے۔ یہ شعبہ ''بنوریؒ ایجوکیشن سسٹم'' کے نام سے کراچی بورڈ سے رجسٹرڈ ہے، کئی ایک مدارس میں یہ نظام اپنایا گیا ہے، اس کا تصور کوئی نیا نہیں ہے، مدارس کے اربابِ حل وعقد اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ درسِ نظامی کا آغاز جن کتابوں سے ہوتا ہے، اس کے لیے کم از کم میٹرک کی سطح تک تعلیمی قابلیت اور ذہنی مستویٰ کی ضرورت ہوتی ہے۔ ابتداء میں جب حفظ القرآن کا بہت زیادہ رواج نہیں تھا، تو عموماً میٹرک کرنے والے طلباء کو درجہ اولیٰ میں داخلہ دیا جاتا تھا۔ جب ایسے طلباء کی تعداد بڑھنے لگی، جنہوں نے ابھی میٹرک نہ کیا ہو، اور مدرسہ کے نظام میں آنا چاہتے ہوں، تو ان کی بنیادی استعداد بنانے کے لیے اعدادیات کا سلسلہ شروع کیا گیا، جو مؤثر تھا، تاہم جب ایسے بچوں کی تعداد اور بھی زیادہ ہوگئی تو ضرورت محسوس کی گئی کہ ایسے بچوں کو باقاعدہ اسکول کا نصاب پڑھایا جائے اور مدرسہ کے نظام میں رہتے ہوئے میٹرک کرایا جائے، وقت بچانے اور استعداد بڑھانے کے لیے درجہ اولیٰ کا نصاب بھی پڑھایا جائے۔ گویا یہ پرانی سوچ کی جدید صورت ہے، جو حالات کی وجہ سے اختیار کرنی پڑی۔ جامعہ کے نظام میں بھی اس شعبہ کا قیام ایک خوش آئند قدم ہے، تاہم اگر وفاق المدارس کی سطح

پر تمام مدارس کے لیے یہ نظام لازم قرار دیا جائے، تو یہ ایک مؤثر اور خوشگوار تبدیلی ہوگی۔ اس شعبہ میں اس وقت ۳۵۰ بچے زیرِ تعلیم ہیں، جن کو پچیس اساتذہ کرام پڑھاتے ہیں، اب تک ۶۰ بچوں نے کراچی بورڈ سے نمایاں نمبروں کے ساتھ میٹرک مکمل کیا ہے، اور درجہ ثانیہ میں ترقی کر گئے ہیں، جو دینی علوم میں بھی نمایاں کارکردگی دکھا رہے ہیں۔ (۶)

تخصصات (Specialization)

جامعہ میں تعلیم کی ابتداء تکمیل سے ہوئی، حضرت بنوریؒ نے علوم میں مہارت کے لیے تخصصات کا سلسلہ شروع فرمایا، جو مدارس کے نظام میں مثبت تبدیلی تھی، آپ کا ارادہ تھا کہ تمام علوم میں تخصصات کے شعبے قائم کیے جائیں، تاہم اب تک حسب ذیل تین تخصصات شروع کیے گئے ہیں:

تخصص فی الحدیث

اس شعبے کے پہلے رئیس مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ تھے، جن کی نگرانی میں وقیع علمی مقالے لکھے گئے، جن میں مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ کا مقالہ بعنوان ''السنة النبوية والقرآن الكريم'' اور مولانا محمد امین اورکزئیؒ کا مقالہ بعنوان ''مسانيدالإمام أبي حنيفة ومروياته من المرفوعات والآثار'' قابلِ ذکر ہیں اور مطبوع ہیں۔ بعد ازاں! مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اور اب ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی مدظلہ العالی نگرانی کی ذمہ داری سرانجام دے رہے ہیں۔ (۷)

تخصص فی الفقہ الاسلامی

دوسرے نمبر پر تخصص فی الفقہ الاسلامی کا آغاز کیا گیا۔ اس شعبہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے، اب تک سینکڑوں مفتیانِ کرام تخصص فی الفقہ الاسلامی کی تکمیل کر چکے ہیں، اور متعدد وقیع فتاویٰ جات، نیز فقہی مقالے مکمل ہو چکے ہیں۔ مفتی عبدالسلام چاٹگامی دامت برکاتہم، رئیس دارالافتاء جامعہ کا مقالہ بعنوان ''بيع الحقوق في التجارات الرائجة اليوم وتحقيقها'' قابلِ ذکر ہے۔ (۸) مفتی ولی حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ اس شعبے کے پہلے رئیس تھے، ان کے بعد مفتی نظام الدین شامزی رحمۃ اللہ علیہ اس منصب پر فائز رہے۔ اس وقت مفتی رفیق احمد بالاکوٹی زید مجدہٗ اشراف کی ذمہ داری نبھا رہے ہیں۔ تخصص کا دورانیہ دو سال ہوتا ہے۔

تخصص فی الدعوۃ والارشاد

دینِ اسلام کی تعلیمات کی طرف اُمت کو دعوت دینے، ادیان کا تقابلی مطالعہ کرنے اور باطل فرقوں کے نظریات کا تنقیدی جائزہ لے کر مثبت انداز میں جواب دینے کی غرض سے اس تخصص کا آغاز حضرت بنوریؒ کے دور میں کیا گیا۔ ابتداء میں اس شعبے کے رئیس مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان کے زیرِ نگرانی متعدد تحقیقی مقالے لکھے گئے، مفتی رضاء الحق صاحب (سابق مدرسِ جامعہ و مفتی

وشیخ الحدیث دارالعلوم زکریا، جوہانسبرگ، ساؤتھ افریقہ) نے اسی شعبہ سے اپنا تخصص مکمل کیا، اور ''اسلام اور عیسائیت'' کے عنوان سے مقالہ لکھا ہے۔ (۹) جس کی طباعت کا انتظام کیا جارہا ہے۔ بعد میں مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ اور مفتی محمد ولی درویش رحمۃ اللہ علیہ بالترتیب اس شعبے کے نگران رہے۔

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ دیگر کئی مضامین میں بھی تخصص کرانے کا ارادہ رکھتے تھے، مثلاً: ۱: -تخصص فی علوم القرآن ومشکلاتہ، ۲: -تخصص فی علم الکلام والتوحید والفلسفۃ، ۳: -تخصص فی الادب واللغۃ، ۴: -تخصص فی التاریخ الاسلامی، ۵: -تخصص فی العلوم العصریۃ من الاقتصاد والمعیشۃ والسیاسۃ والاجتماع وعلوم الطبیعۃ الحدیثۃ۔ (۱۰) تاہم:

ماکل مایتمنی المرء یدرکہ تجری الریاح بمالاتشتھی السفن

آپ کی حیات میں یہ شعبے شروع نہ ہوسکے، کیا ہی اچھا ہوگا اگر ان تخصصات کا بھی آغاز کردیا جائے۔

شعبہ بنات (بچیوں کی تعلیم)

تیسرے دور میں، شعبہ بنات کا آغاز کیا گیا، وفاق المدارس کا ۴ سالہ مجوزہ نصاب برائے بنات پڑھایا جاتا تھا، تاہم بعد میں شعبہ بنات کو وفاق المدارس سے الگ کیا گیا، اب شعبہ بنات میں پڑھنے والی بچیوں کا جامعہ کے تحت امتحان منعقد ہوتا ہے۔ (۱۱)

دراسات (تعلیم بالغان)

چوتھے دور میں تعلیم بالغان کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا ہے، جس میں بڑی عمر کے لوگ، تجارت پیشہ، ملازمت پیشہ بالخصوص جامعہ کے قرب وجوار میں رہنے والے اور دکانوں میں کام کرنے والے افراد کو اس شعبے میں اور بنیادی دینی معلومات واحکام پر مشتمل نصاب پڑھایا جاتا ہے، جامعہ کا غیر تدریسی عملہ بالخصوص خدام، ڈرائیورز، چوکیدار وغیرہ کے لیے اس میں شرکت لازمی ہوتی ہے۔ (۱۲) یہ وہی شعبہ ہے، جس کو مدنظر رکھ کر حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے تین سالہ نصاب کی تجویز دی تھی، مفتی احمد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: ''انگریزی دان طبقے کے لیے ایک آسان اور مختصر نصاب الگ ہو۔'' (۱۳)

تعلیم وتربیت کورس

حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں اسکولوں کی گرمیوں کی تعطیلات کے دوران اسکول کے بچوں کو دو مہینے کے لیے داخلہ دیا جاتا تھا، جس کے لیے عارضی طور پر ایک اضافی استاذ کا تقرر کیا جاتا تھا۔ (۱۴) اس عرصے میں ان کو ناظرہ قرآن وغیرہ پڑھایا جاتا تھا۔ اس سلسلے کو ۱۹۹۸ء میں جامعہ کے اساتذہ کی نگرانی میں باقاعدہ شکل دینے کا آغاز کیا گیا۔ صالح مسجد، صدر میں مولانا عطاء الرحمٰن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے زیرنگرانی مسجد انتظامیہ کے تعاون سے اس کورس کا اہتمام کیا جانے لگا اور رفتہ رفتہ چار کتابیں مرتب

کی گئیں: ۴۰ روزہ تعلیم وتربیت کورس بگنرز، پرائمرز، جونیئرز اور سینئرز۔ اب جامعہ میں کامل الحفظ طلباء کے لیے اس کورس کی تکمیل لازمی ہوتی ہے، نیز جامعہ کی زیرِنگرانی ملک اور بیرونِ ملک متعدد مساجد، مدارس اور مکاتب میں اس کورس کے انعقاد کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ صرف کراچی شہر میں ۵۰ سے زیادہ مقامات (مدارس، مساجد، مکانات) میں اس کورس کا کامیاب انعقاد ہوتا ہے۔ اب تک ہزاروں کی تعداد میں عصری تعلیم گاہوں کے بچے مستفید ہوئے ہیں، کئی ایک بچے اس کورس کے باعث مدارس کی طرف رُخ کر جاتے ہیں اور حافظ، عالم اور مفتی کی سطح تک تعلیم حاصل کر لیتے ہیں۔ (۱۵)

دارالافتاء

دینی مدارس میں دارالافتاء ایک اہم شعبہ ہوتا ہے، بطور شعبہ جس کا آغاز دارالعلوم دیوبند سے ہوا۔ دارالافتاء میں عوام الناس کے دینی مسائل کا شرعی حل زبانی طور پر بتایا جاتا ہے اور تحریری فتاویٰ بھی جاری کیے جاتے ہیں۔ جامعہ کی تأسیس کے بعد حضرت بنوری رحمہ اللہ تدریس کے ساتھ ساتھ خود فتویٰ تحریر فرماتے تھے، ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء سے دارالافتاء کے نام سے مستقل شعبہ قائم کیا گیا، جس کے پہلے رئیس مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ (مفتی اعظم پاکستان) مقرر ہوئے۔ (۱۶) اس وقت ''لجنۃ الافتاء'' کے نام سے سہ رکنی کمیٹی نگرانی کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ مفتی ابوبکر سعید الرحمٰن، مفتی انعام الحق قاسمی اور مفتی شفیق عارف ''لجنۃ الافتاء'' کے اراکین ہیں۔ دس مفتیانِ کرام دارالافتاء میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جامعہ کے دارالافتاء پر مسلمانوں کو اپنے شرعی مسائل کے حل کے لیے مکمل اعتماد ہے۔ اب تک تقریباً تین لاکھ سے زیادہ فتاویٰ جاری کیے گئے ہیں۔ دارالافتاء میں ان غیر مسلموں کو کلمہ بھی پڑھایا جاتا ہے جو خود بخود برضا و رغبت آتے ہیں، اور مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں۔ ایسے نومسلم لوگوں کو سندِ اسلام بھی دی جاتی ہے، جو ملکی اداروں میں معتبر مانی جاتی ہے، اب تک تقریباً ساڑھے چھ ہزار لوگ دارالافتاء میں اسلام قبول کر چکے ہیں۔ یہ شعبہ درحقیقت گھر بیٹھے عوام کو تعلیم دینے کا ایک ذریعہ ہے۔ (۱۷)

تدوینِ فتاویٰ

دارالافتاء سے جاری ہونے والے فتاویٰ کی ترتیب وتدوین کے لیے یہ مستقل شعبہ قائم کیا گیا، مفتی انعام الحق قاسمی کی نگرانی میں متخصصین علماء کی ایک جماعت اس شعبہ میں مصروفِ کار ہے، عقائد وعبادات پر مشتمل ۱۰ جلدوں کا کام تقریباً مکمل ہے۔ مستقبل قریب میں یہ ضخیم فتاویٰ منظرِ عام پر آنے کی امید ہے۔ اِفتاء کے میدان میں یہ ایک بیش بہا اضافہ ہوگا۔ (۱۸)

دار التصنیف: (شعبہ تصنیف وتالیف)

دار التصنیف میں ایسے موضوعات پر کتب تصنیف کی جاتی ہیں، علمی دنیا میں جن کی ضرورت ہے، عظیم علمی شخصیات کی تصنیفات اردو سے عربی اور عربی سے اردو میں ترجمہ بھی اس شعبہ میں کیا جاتا ہے، اب تک کئی تالیفات وتراجم شائع ہو چکے ہیں۔ کچھ کتابیں زیرِ تکمیل ہیں، فہرست ملاحظہ ہو:

۱:-**كشف النقاب عما يقوله الترمذي: وفي الباب**، ۲:-**لب اللباب فيما يقول الترمذي: وفي الباب**، ۳:-**نثر الأزهار على شرح معاني الآثار** کے نام سے **شرح معاني الآثار للإمام الطحاوي**ؒ، ۴:-تعلیم وتربیت کورس (چار حصے)، ۵:-تعلیم الصرف، ۶:-تمرین الصرف، ۷:-تعلیم النحو، ۸:-تدریب النحو، ۹:-تعلیم الفقہ، ۱۰:-تعلیم التاریخ، ۱۱:-اصولِ تفسیر وعلوم قرآن، ترجمہ **يتيمة البيان في مشكلات القرآن**، ۱۲:-منتخب مباحث علم حدیث، ترجمہ عواف المنن، ۱۳:-**الاتحاف حواشي آثار السنن**۔ مؤخر الذکر بڑی نایاب کتاب ہے، حضرت انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حواشی تحریر فرمائے ہیں۔ (۱۹)

کتب خانہ (لائبریری)

کتب خانہ کسی بھی علمی ادارے کی اہم ضرورت ہوتا ہے، تاریخ میں کئی مشہور لائبریریوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے آغاز ہی سے ایک ایسے کتب خانے کی بنیاد رکھی تھی، جس میں نادر علمی کتب کا عظیم ذخیرہ جمع کیا گیا تھا۔ کتابیں جمع کرنے کے حوالے سے آپ کا ذوق بے مثال تھا، اس مقصد کے لیے آپ نے اسلامی ممالک کے اسفار کیے، اہلِ علم سے خط وکتابت کا سلسلہ جاری رکھا، اپنے وقت کے عظیم محققِ مخطوطات اور نادر کتابوں کے بارے میں اہم معلومات رکھنے والی شخصیت شیخ زاہد الکوثریؒ (نائب شیخ الاسلام سلطنت عثمانیہ، ترکی) کے ذریعے متعدد کتابیں حاصل کیں، آپ کے نام شیخ کوثریؒ کے ۴۵ خطوط اس کا بین ثبوت ہیں، مکتوب نمبر: ۴۱ بنام حضرت بنوریؒ کا حسب ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

> ’’....**النكت، التأنيب، الترحيب، الامتاع، اللمحات، الحاوي، الفرق بين الفرق**، علامہ باقلانیؒ کی **الإنصاف**، **العقيدة النظامية** اور ان جیسی میرے پاس دستیاب کتابیں آپ کے اشارے کی منتظر ہیں، جب حکم فرمائیں میری جانب سے ہدیۃً پیش ہوں گی۔ البتہ **نصب الرأية** کا حساب ادلے بدلے کا ہوگا۔‘‘ (۲۰)

غرض حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی میں جامعہ کی لائبریری کو بیش بہا نادر کتابوں سے بھر دیا تھا، جس میں وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا رہا، حال ہی میں جامعہ کی لائبریری کو وسعت دی گئی۔ نئی ترتیب

کے ساتھ جامعہ میں اس وقت پانچ لائبریریاں ہیں، یعنی: قدیم مکتبہ (جو دفتر اہتمام کے بالمقابل ہے، جوحضرت بنوریؒ کے وقت سے قائم ہے)۔ کتب خانہ دارالتصنیف (اب اس کو گوشۂ بنوریؒ کا نام دیا گیا ہے، جس میں بانی جامعہ کی ذاتی کتابیں اور ان سے متعلق کتابیں جمع کی جارہی ہیں)۔ کتب خانہ مجلسِ دعوت وتحقیقِ اسلامی۔ مکتبۂ شامزیؒ (مفتی نظام الدین شامزیؒ کے صاحبزادگان نے جامعہ کو وقف کیا ہے)۔ ڈاکٹر یوسف مرحوم (میرپورخاص) کا وقف کردہ کتب خانہ، اس کے ساتھ مولانا اصلح الحسینی رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ) کا مختصر کتابی ذخیرہ بھی جامعہ کو وقف کیا گیا ہے۔ ان تمام کتابوں کی یکجا فہرست بنائی جائے تو مجلدات سے قطع نظر محض چھوٹی بڑی کتابوں کے عنوانات ایک لاکھ سے زائد ہیں۔ جامعہ کے کتب خانوں کے لیے ایک سوفٹ ویر بنایا گیا ہے اور کتابوں کے ڈیجیٹلائزیشن کے منصوبے پر کام ہورہا ہے۔ (۲۱)

ماہنامہ بینات

جامعہ کے دورِ اول ہی میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ نے ماہنامہ بینات کا اردو زبان میں اجراء کیا، تاکہ اس کے ذریعے اسلامی ثقافت اور دینی مسائل کی اشاعت ہو، پہلا شمارہ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں جاری ہوا، جس کے مرتب مولانا عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اور ناظم مولانا محمد احمد برادر مولانا حبیب اللہ مختارؒ، حال مقیم مکہ المکرّمہ تھے۔ ایک ماہ بعد حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سرپرست اور مولانا ادریس میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ مدیرِ مسئول مقرر ہوئے۔ حضرت بنوریؒ فکر ونظر، شذرہ، افکار وسوانح کے ناموں سے اداریہ لکھتے تھے، اور رجب ۱۳۸۴ھ سے بصائر وعبر کے نام سے لکھنا شروع کیا۔ رسالے کی ادارت، نیابت اور معاونت میں حسب ذیل شخصیات کے نام بھی شامل رہے ہیں۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمۃ اللہ علیہ۔ اس وقت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق مدظلہ العالی مدیرِ مسئول ہیں، مولانا سید سلیمان یوسف بنوری حفظہ اللہ نائب مدیر، مولانا اعجاز مصطفیٰ حفظہ اللہ مدیر معاون اور مولانا فضلِ حق یوسفی مدظلہ العالی ناظم ہیں۔ ماہنامہ بینات میں چھپنے والے بعض مضامین کو الگ کتابی شکل میں مکتبہ بینات سے شائع کیا گیا، جن میں حضرت بنوریؒ کے قلم سے لکھے گئے اداریے ''بصائر وعبر'' نمایاں ہے۔ بینات میں چھپنے والے فقہی مضامین اور فتاویٰ مستقل کتاب کی شکل میں چار جلدوں میں فتاویٰ بینات کے نام سے چھپ گئے ہیں۔ حسب ذیل شخصیات پر خصوصی نمبر بھی شائع کیے گئے ہیں:
۱:- مولانا محمد یوسف بنوریؒ، ۲:- مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ، ۳:- مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، ۴:- مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ، ۵:- مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ، ۶:- مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ، ۷:- مولانا عطاء الرحمٰن شہیدؒ، ۸:- مفتی عبدالمجید دین پوری شہیدؒ۔

کچھ عرصہ تک بینات کے ساتھ انگریزی زبان میں بھی ایک مختصر پرچہ شائع ہوتا رہا۔ نیز **البینات** : کے نام سے سہ ماہی عربی مجلّہ بھی شائع ہوتا ہے جس کی ذمہ داری مولانا عبدالرؤوف غزنوی، استاذ الحدیث جامعہ نبھا رہے ہیں۔ (۲۲) ماہنامہ بینات نہایت وقیع علمی وتحقیقی رسالہ ہے، جس کے قاری ملک اور بیرونِ ملک کثیر تعداد میں پائے جاتے ہیں۔ حضرت بنوریؒ، مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اوران جیسے دیگر محقق علماء کے مضامین اور مقالہ جات بینات میں چھپتے رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس مجلّہ میں چھپنے والے مقالات اس معیار کے ہوتے ہیں کہ پاکستان کی جدید جامعات (یونیورسٹیز) میں انہیں ترقی کے لیے قبول کیا جاتا رہا ہے۔ (۲۳) حال ہی میں اسلامی نظریاتی کونسل کے سلیکشن بورڈ کی تشکیل کردہ جنرلز کمیٹی کے اجلاس، (۲۳ جنوری ۲۰۱۹ء) زیرِ صدارت ڈاکٹر قبلہ ایاز، چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد میں فیصلہ کیا گیا کہ ہائر ایجوکیشن (ایچ ای سی) کے منظور شدہ جرائد کے ساتھ مزید ۴۸ جرائد میں چھپنے والے تحقیقی مضامین سے کونسل کے شعبہ ریسرچ کے افسران کی ترقی کے لیے مطلوبہ شرط یعنی ملکی وبین الاقوامی شہرت کے حامل جرائد میں شائع شدہ ۱۰ تحقیقی مقالات پوری ہوگی، ان ۴۸ جراید میں مجلّہ بینات بھی شامل ہے۔ (۲۴)

جامعہ کے شعبہ جات میں دو اہم شعبے اور بھی ہیں، ایک **شفاخانہ (ڈسپنسری)**: جس میں جامعہ کے طلباء، اساتذہ اور دیگر عملے کے لیے علاج ومعالجے کا معقول انتظام ہے، ایک جنرل فزیشن اور ایک ڈینٹل سرجن روزانہ کے حساب سے علاج کرتے ہیں، جبکہ بوقتِ ضرورت باہر کے ہسپتالوں سے علاج کرایا جاتا ہے، علاج اور تمام دوائیوں کا انتظام جامعہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ دوسرا شعبہ: **علامہ بنوری ٹرسٹ** ہے، یہ شعبہ مساجد ومدارس کے الحاق اور رجسٹریشن میں تعاون کرتا ہے۔ اب تک ہزاروں مساجد ومدارس کا الحاق ہو چکا ہے۔ یہ شعبہ جامعہ کی وقف پراپرٹی کا انتظام وانصرام بھی کرتا ہے، نیز مساجد ومدارس کے حوالے سے پیش آمدہ نزاعات میں تصفیہ کی ذمہ داری بھی اسی شعبے کے حوالے ہے، جس کی نگرانی اساتذۂ حدیث پر مشتمل سہ رکنی کمیٹی کرتی ہے۔ (۲۵)

شاخہائے جامعہ

جامعۃ العلوم الاسلامیہ چونکہ شہر کے وسط میں قائم ہے۔ تأسیس کے وقت موجود رقبہ اور عمارت کافی وسیع تھے، لیکن جب کام پھیل گیا تو موجودہ جگہ اور عمارت تنگ دامنی کی شکایت کرنے لگی، جامعہ کی کل گیارہ شاخیں ہیں، جن میں تقریباً ۶۲۳۸ طلباء وطالبات زیرِ تعلیم ہیں۔ شاخوں کے نام یہ ہیں:

۱:- مدرسہ تعلیم الاسلام، گلشن عمرؓ، سہراب گوٹھ، کراچی، ۱۹۷۵ء   **۲:- مدرسہ عربیہ اسلامیہ، غازی ٹاؤن، ملیر، کراچی، ۱۹۸۵ء**

۳:- مدرسہ رحمانیہ، بلال کالونی، ملز ایریا، کراچی، ۱۹۹۱ء   **۴:- مدرسہ خلفاء راشدینؓ، پرانا گولیمار، کراچی، ۱۹۹۰ء**

۵:-مدرسہ دارالعلوم عثمانیہ، بہار کالونی، کراچی، ۱۹۹۹ء
۶:-مدرسہ رشیدیہ، پی آئی بی کالونی، کراچی، ۱۹۹۶ء
۷:-مدرسہ حفصہؓ (بنات)، شاہ فیصل کالونی، کراچی
۸:-مدرسہ بدرالعلوم، شاہ نواز بھٹو کالونی، کراچی، ۱۹۹۶ء
۹:-مدرسہ تعلیم القرآن، ولی محمد گوٹھ ملیر، کراچی، ۱۹۹۷ء
۱۰:-مدرسہ تعلیم الاسلام، نزد اسلامیہ کالج، کراچی، ۲۰۰۰ء
۱۱:-مدرسہ عربیہ اسلامیہ، چلیا، ٹھٹھہ، سندھ، ۱۹۸۸ء

حواشی وحوالہ جات

۱:-بشکریہ جناب مولانا امداداللہ، ناظم تعلیمات واستاذ الحدیث جامعہ
۲:-بشکریہ جناب قاری محمد زبیر، نگران شعبہ حفظ وناظرہ
۳:-بشکریہ جناب مولانا لطف الرحمٰن مسئول صفوفِ عربیہ
۴:-مفتی احمد الرحمٰن، (جامعہ کا دورِ جدید، ماہنامہ بینات)، اشاعت خاص (۱۹۷۸ء)، ص:۲۴۱
۵:-مفتی احمد الرحمٰن، (ماہنامہ بینات)، اشاعت خاص (۱۹۷۸ء)، ص:۲۴۹
۶:-جناب مولانا سعد شمیم، نگران، بنوری ایجوکیشن سسٹم نے یہ معلومات فراہم کی ہیں، فجزاہ اللہ خیراً
۷:-ماہنامہ بینات اشاعت خاص (۱۹۷۸ء)، ص:۲۶۰
۸:-مفتی رفیق احمد بالاکوٹی زیدمجدہٗ
۹:-ماہنامہ بینات، اشاعت خاص (۱۹۷۸ء)، ص:۲۴۲-۲۶۰، ۲۶۱
۱۰:-ماہنامہ بینات، اشاعت خاص (۱۹۷۸ء)، ص:۲۰
۱۱:-بشکریہ جناب مولانا عبیدالرحمٰن چترالی، نگران شعبہ بنات، فجزاہ اللہ احسن الجزاء
۱۲:-بشکریہ جناب مولانا اکرام اللہ، ناظم دفتر
۱۳:-ماہنامہ بینات، اشاعت خاص (۱۹۷۸ء)، ص:۲۴۹
۱۴:-ماہنامہ بینات، اشاعت خاص (۱۹۷۸ء)، ص:۲۴۲
۱۵:-بشکریہ جناب مولانا لطف الرحمٰن، مدرس جامعۃ العلوم الاسلامیہ، بنوری ٹاؤن
۱۶:-ماہنامہ بینات، اشاعت خاص (۱۹۷۸ء)، ص:۲۵۱
۱۷:-ماہنامہ بینات، اشاعت خاص (۱۹۷۸ء)، ص:۲۴۲، نیز جناب مفتی شعیب عالم صاحب، رفیق دارالافتاء نے بھی بعض معلومات فراہم فرمائیں، فجزاہ اللہ احسن الجزاء
۱۸:-بشکریہ جناب مولانا عبدالرحمٰن خالد، رفیق شعبہ تدوین فتاویٰ
۱۹:-بشکریہ جناب مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، نگران دارالتصنیف، ونائب مہتمم جامعہ، فجزاہ اللہ احسن الجزاء
۲۰:-مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، مکاتیب علامہ محمد زاہد کوثری رحمہ اللہ بنام مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ، ماہنامہ بینات کراچی (جمادی الاخریٰ ۱۴۴۰ھ مارچ ۲۰۱۹ء) جلد:۸۲، شمارہ:۶، صفحات:۲۱-۲۸
۲۱:-جناب مولانا یاسر عبداللہ، فاضل ومتخصص جامعہ ومسئول کتب خانہ نے یہ معلومات فراہم کی ہیں، فجزاہ اللہ احسن الجزاء
۲۲:-جناب مولانا محمد اعجاز مصطفی، مدیر معاون ماہنامہ بینات نے یہ معلومات فراہم کی ہیں، فجزاہ اللہ احسن الجزاء
۲۳:-چشتی، علی اصغر، ڈاکٹر تاریخ ادب وحدیث (اسلام آباد، پورب اکادمی، ۲۰۱۷ء) ص ۳۶۶
۲۴:-آفس آرڈر نمبر: ایف ۶/ ۹۷، ایڈمن سی آئی آئی/۱۱۴، بتاریخ ۲۵ فروری ۲۰۱۹ء
۲۵:-جناب مولانا اکرام اللہ، ناظم دفتر نے یہ معلومات فراہم کی ہیں، فجزاہ اللہ احسن الجزاء

(جاری ہے)

حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

محمد اعجاز مصطفی

مغربی یوپی کے مردم خیز علاقہ قصبہ کاندھلہ کے ممتاز عالم دین، صاحب نسبت بزرگ، مشہور مفسر قرآن اور قطب زماں حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کے اجل خلیفہ شیخ طریقت حضرت مولانا مفتی افتخار الحسن کاندھلویؒ ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۴۰ھ مطابق ۲ جون ۲۰۱۹ء بروز اتوار تقریباً ۱۰۰ برس کی عمر میں مسافرانِ آخرت میں شامل ہوگئے، إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ ماأخذ ولہ ما أعطی وکل شیء عندہٗ بأجل مسمّٰی.

آپؒ کی پیدائش ۱۰ جمادی الأولیٰ ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۰ جنوری ۱۹۲۲ء کو کاندھلہ میں ہوئی۔ آپ بانیِ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ نسبتی تھے۔ آپ نے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں ۱۹۴۸ء میں تحصیلِ علم سے فراغت پائی۔ ۱۹۴۷ء میں آپ کو حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے اجازت وخلافت سے نوازا گیا۔ حضرت رائے پوری قدس سرہٗ نے آپ کو ''صوفی جی'' کا لقب دیا تھا۔

آپ کے خلفاء کی تعداد ۵۰ سے زائد ہے، جن میں ایک نمایاں اور معروف نام حضرت مولانا مولانا سعد کاندھلوی دامت برکاتہم کا بھی ہے۔ آپ اپنے وقت کے عظیم مفسرِ قرآن تھے۔ پورے ۵۲ سالوں تک کاندھلہ کی جامع مسجد پھر اپنے محلے کی مسجد میں نمازِ فجر کے بعد ایک ڈیڑھ گھنٹہ تفسیرِ قرآن کا درس دیتے رہے، جس میں ۵ دور مکمل فرمائے، جس کا آخری ختم غالباً ۱۹۹۳ء میں ہوا، جس میں بڑا عظیم الشان اجتماع ہوا، کاندھلہ کی پوری عیدگاہ بھر گئی اور حضرت مولانا علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرکت فرمائی۔

ایک ایک آیت پر علم کا جو دریا بہنا شروع ہوتا تو اس کو مکمل کرنے میں کئی کئی دن لگ جاتے تھے۔ سورۂ بقرہ کی صرف ایک آیت: ''وَإِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلَائِکَةِ إِنِّيْ جَاعِلٌ فِيْ الْأَرْضِ خَلِيْفَةً''

کی تفسیر کا نامکمل مواد کتابی شکل میں منظرِ عام پر آ چکا ہے، وہ بھی صرف ۹ دن کی تقریر ہے، حالانکہ آپ نے اس آیت پر کم وبیش ۴۵ دن تک کلام فرمایا تھا۔ اس کتاب کا نام ''تقاریر تفسیر قرآن مجید'' ہے۔

برصغیر ہند و پاک کی تاریخ میں ۳۰۰ برس پر محیط اس خانوادہ کی اسلامی اور اصلاحی تحریک جلی حروف میں درج ہے۔ حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کے علمی تبحر سے شہرت پانے والا یہ سلسلہ حضرت مولانا افتخار الحسنؒ تک آتا ہے۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ اس خانوادہ کی علمی وراثت کے امین رہے اور شریعت وطریقت کے امام کے درجہ پر فائز تھے۔ دنیا بھر میں آپ کے لاکھوں مریدین اور معتقدین پھیلے ہوئے ہیں۔ مولانا کاندھلویؒ علم وروحانیت کا حسین سنگم تھے، ساری زندگی ملت کی دینی وعلمی اور اصلاحی خدمات کے لیے وقف رہی۔ صوبہ ہریانہ وپنجاب میں بھی مولانا مرحوم کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں کہ جب لوگ وہاں جاتے ہوئے ڈرتے تھے، اُس وقت بھی انہوں نے جا کر نہ صرف یہ کہ مقبوضہ مساجد کو واگزار کرایا، بلکہ پانی پت سمیت کئی شہروں میں مدارس قائم کیے۔ مرادآباد، دہلی، میرٹھ، مظفرنگر، بلندشہر، نیز ہریانہ پنجاب میں آپ کے بے شمار دینی ودعوتی اسفار ہوئے اور پورا علاقہ آپ کو اپنا پیر مانتا ہے۔ آپ ایک طویل عرصے سے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔

آپ تقریباً ایک ڈیڑھ سال سے صاحبِ فراش تھے۔ آج صبح فجر سے طبیعت زیادہ خراب تھی، شام ۵ بجکر ۴۰ منٹ پر زمزم کے چند قطرے آپ کے منہ میں ڈالے گئے، اسی دوران آپ کی روح پرواز کر گئی۔ عیدگاہ کے بغل میں واقع حضرتؒ کے اپنے ادارہ جامعہ سلیمانیہ کے احاطہ میں جنازہ رکھا گیا، جہاں ان کے چاہنے والوں نے ان کا آخری دیدار کیا، اس موقع پر دور دراز سے حضرت کے مریدین اور معتقدین کاندھلہ پہنچے۔ دارالعلوم دیوبند کے علماء کا وفد بھی تعزیت اور نماز جنازہ میں شرکت کے لیے کاندھلہ پہنچا۔ شہر اور گرد ونواح کے دیہات وقصبات کے معتقدین رات سے ہی کاندھلہ میں جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔ نمازِ جنازہ صبح پیر کے روز ۸ بجے عیدگاہ کاندھلہ میں حضرت کے خلیفہ مولانا محمد سعد کاندھلوی دامت برکاتہم کی اقتداء میں ادا کی گئی اور آپ کو خاندانی قبرستان میں سپردِ خاک کیا گیا۔ جنازہ میں ہزاروں افراد شریک ہوئے۔

آپ کے پسماندگان میں ۷ اولاد ہیں، تین صاحبزادگان جن میں عظیم مؤرخ مولانا نور الحسن راشد جو کہ جانشین بھی ہیں، مولانا ضیاء الحسن اور مولانا بدر الحسن۔ آپ حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کے سسر بھی تھے، اس رشتے سے آپ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے سمدھی بھی تھے۔

اللہ تعالیٰ حضرت کی بال بال مغفرت فرمائے، ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے اور آپ کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا نور الہدیٰ رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت!

قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ بقاء صرف اور صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کو ہے۔ اگر مخلوق میں سے کسی نے ہمیشہ رہنا ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اس لائق اور اس قابل تھی کہ وہ اس دنیا میں ہمیشہ رہتی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں رہے تو اور کسی نے کیا رہنا ہے۔ اس لیے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک ہر آدمی اپنی اپنی باری پر اس دنیا فانی سے منہ موڑ کر دارِ آخرت کی طرف جارہا ہے۔ ۶ رشوال المکرّم ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۰ رجون ۲۰۱۹ء بروز پیر تہجد کے وقت جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل، جامعہ ربانیہ قصبہ کالونی کے مہتمم و بانی و شیخ الحدیث، جمعیت علمائے اسلام کراچی کے سابق امیر، ہزاروں علماء کے استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا نور الہدیٰ صاحبؒ دارِ عقبیٰ کی طرف راہی ہوگئے۔ **إنا للّٰه وإنا إليه راجعون، إن للّٰه ما أخذ وله ما أعطٰی وکل شيء عندهٗ بأجل مسمّٰی.**

شیخ الحدیث حضرت مولانا نور الہدیٰؒ نے ۱۹۶۵ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے درسِ نظامی کی تکمیل کی، ۱۹۶۹ء میں جامعہ ربانیہ کے نام سے ناظم آباد اور ۱۹۸۱ء میں قصبہ کالونی کراچی میں دینی درس گاہ کی بنیاد رکھی۔ تقریباً پچپیس سال شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے۔ اپنے مدرسہ کے علاوہ جامعہ ندوۃ العلم میں کچھ عرصہ مسندِ حدیث کو رونق بخشی۔ اندرون و بیرون ملک ہزاروں شاگردوں میں مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ، مولانا عنایت اللہ شہیدؒ، مولانا اقبال اللہ، جمعیت علمائے اسلام بلوچستان کے امیر مولانا فیض محمد سمیت ہزاروں علماء شامل ہیں۔ پندرہ کے قریب اردو اور عربی کتابوں کے مصنف تھے۔ بیس سال تک جمعیت علمائے اسلام کراچی کے امیر کی حیثیت سے ملکی سیاست میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریکِ نظامِ مصطفیٰ اور ایم آر ڈی کے پلیٹ فارم سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ تحریکِ ختمِ نبوت میں بھی پسِ دیوارِ زنداں رہے۔

شیخ الحدیث صاحب وسیع المشرب تھے، ہر ایک کے لیے ان کا دَر وا ہوتا۔ یہی وجہ تھی کہ ہر ایک انہیں اپنا سرپرست سمجھتا۔ ان کی وفات حسرت آیات پر ہر ایک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ہم اپنے سرپرست سے محروم ہوگئے۔ مولانا منظور احمد مینگل صاحب نے کیا خوب کہا: ’’وہ تو نور الہدیٰ تھے، ہر

مسلک ومشرب کو ان کے انوارات یکساں منور رکھتے تھے۔ نور الہدیٰ کے نور کو محصور نہیں کیا جاسکتا۔‘‘

شیخ الحدیث صاحب ہر جگہ میر محفل ہوتے، کسی بھی مجلس میں ہوتے پوری محفل ان کی طرف متوجہ ہوتی، ان کی گفتگو بڑی دلچسپ ہوتی۔ بلا کا حافظہ پایا تھا، جو بات اور واقعہ بیان کرتے پوری جزئیات سے کرتے۔ اپنے اساتذہ اور اکابر کا خاکہ ان کے ذہن میں خوب نقش تھا، جیسے کل ہی کی بات ہو، انداز اتنا دل نشین ہوتا کہ بس وہ کہیں اور سنا کرے کوئی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا نور الہدیٰ ؒ نے بھرپور زندگی گزاری۔ دین کے ہر شعبہ سے سیراب ہوئے۔ خطاب کرتے تو دل ودماغ روشن کرتے۔ ختم نبوت کے پروانوں میں نام لکھوایا۔ درس وتدریس کے تو وہ تھے ہی بے تاج بادشاہ۔

عید الفطر سے ایک دن پہلے علیل ہوئے، چار دن آئی سی یو میں رہے، ۶؍شوال المکرّم بروز پیر مطابق ۱۰ جون تہجد کے وقت خالقِ حقیقی سے جاملے۔ شام چار بجے نمازِ جنازہ ان کے بیٹے مولانا شمس الہدیٰ نے پڑھائی۔

پاپوش نگر قبرستان میں شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی کے بھائی اور تحریکِ پاکستان کے راہنما علامہ ظفر احمد عثمانیؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اجل خلیفہ مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوریؒ اور حضرت اقدس مفتی رشید احمد لدھیانویؒ جیسی عظیم شخصیات کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی۔ لواحقین میں دو بیواؤں، نو بیٹوں اور نو بیٹیوں سمیت ہزاروں شاگردوں کو سوگوار چھوڑا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت شیخ الحدیثؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے، ان کی آنے والی تمام منزلیں آسان فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کی تمام حسنات کو جاری وساری فرمائے۔ آمین۔ تمام قارئین سے حضرت کے لیے ایصالِ ثواب کی درخواست ہے۔

حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ

جامعہ دارالتقویٰ کے رئیس دارالافتاء، جامعہ مدنیہ لاہور کے فاضل ومفتی، محقق عالم دین، کئی کتابوں کے مصنف، اپنے اسلاف کی روایات کے امین، فتنۂ جدیدیت کے لیے سیف قاطع، ہزاروں علماء ومفتیان کے استاذ وقائد حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب ۱۸ شوال المکرّم ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۲ جون ۲۰۱۹ء بروز ہفتہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئے ہیں، إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون، إن للّٰہ

ماأخذ وله ما أعطٰی و کل شيء عندهٗ بأجل مسمّٰی.

حضرت ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بے مثال شخصیت تھے، اپنے زمانہ کے بے مثال فقیہ تھے اور اللہ جل شانہٗ نے مسائل کی بہت زیادہ سمجھ اور فقاہت عطا فرمائی تھی۔

حضرت کی ولادت ۱۹۵۰ء میں ہوئی، ۱۹۷۳ء میں ایم بی بی ایس کیا، کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج جو میڈیکل کالجز میں چوٹی کا میڈیکل کالج ہے، وہاں سے ایم بی بی ایس کیا، اس کے بعد درسِ نظامی کی باضابطہ تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۸۳ء میں فراغت ہوئی۔ ۱۹۷۹ء سے ۲۰۱۰ء تک میڈیکل آفیسر کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تخصص فی الافتاء جامعہ مدنیہ لاہور میں حضرت مفتی عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی قاری عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ جامعہ مدنیہ میں ۱۹۸۳ء سے ۲۰۰۴ء تک تدریس میں مشغول رہے، اس کے بعد مدرسہ احیاء العلوم لاہور میں ۲۰۰۴ء سے تقریباً ۲۰۱۰ء تک تدریس کی، اس کے ساتھ ساتھ جامعہ مدنیہ جدید میں بھی تشریف لے جاتے تھے اور وہاں بھی ایک سبق پڑھاتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ دارالافتاء والتحقیق چوبرجی لاہور میں ۲۰۰۴ء سے تخصص پڑھانا شروع کیا۔

ہزاروں کی تعداد میں شاگردوں نے ان سے فیض حاصل کیا اور پورے عالم میں وہ پھیلے ہوئے ہیں۔ حضرت فقاہت میں اپنی مثال آپ تھے، بے شمار تحقیقی وتصنیفی کام کیا جو ان کے لیے ایک بہترین صدقہ جاریہ ہے۔ آپ کی بے شمار تصنیفات ہیں، ہر ایک اپنی جگہ انتہائی قیمتی ہے، حضرت نے ایک بہت عظیم کام کیا تھا کہ پڑھے لکھے اور پروفیشنل حضرات کے لیے نیا نصاب ان کی سوچ کے لحاظ سے آسان تیار کیا تھا، اس کے دو لیول بنائے تھے: ۱:- او لیول، ۲:- اے لیول۔ اس نصاب کے لیے آپ نے کتابیں تالیف کیں، یہ ایک شارٹ کورس ہے، بہت مفید ہے، اسی نصاب میں آپ نے ''تفسیر فہم القرآن'' کے نام سے حضرت تھانویؒ کے ''بیان القرآن'' کی تسہیل کی، اسی طرح فہم حدیث کے نام سے تین جلدوں میں احادیثِ نبویہ کا مجموعہ ترتیب دیا۔

''اسلامی عقائد'' اور ''اُصولِ دین'' جو کہ اسلام کے بنیادی عقائد ہیں، انہیں اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں لکھا۔ حضرت چونکہ پیشہ کے لحاظ سے ڈاکٹر تھے، اس لیے جدید سرجری کے مسائل ٹرانسپلانٹ، اعضاء کی پیوندکاری اور میڈیکل سے وابستہ جدید چیزوں کے مسائل کے حل کے لیے آپ نے ''مریض و معالج کے اسلامی احکام'' نامی کتاب تالیف کی۔ مروجہ اسلامی بینکاری پر بھی آپ کی گہری تنقیدی نظر تھی۔

حضرت نے عقائد پر بہت کام کیا، گمراہ طبقے منکرین حدیث ودیگر پر بھی آپ کی نظر تھی۔آپ کے تخصص کا نصاب پاکستان میں اپنی نوعیت کا منفرد نصاب ہے۔

حضرت کی تصنیفات کی فہرست درج ذیل ہے:

۱:-تفسیر فہم القرآن (۳ جلد، ۱۶ پارے مکمل)،۲:-فہم حدیث (۳ جلد، تقریباً ہر موضوع پر مشتمل احادیث کا مجموعہ)، ۳:-اسلامی عقائد، ۴:-اصول دین، ۵:-Creed of islam (انگریزی)، ۶:-Principles of islam (انگریزی)، ۷:-مسائل بہشتی زیور (۲ جلد، مع اضافات مفیدہ)،۸:-مریض ومعالج کے اسلامی احکام،۹:-سونے چاندی اوران کے زیورات کے اسلامی احکام،۱۰:-فقہی مضامین (۴۱ مضامین کا مجموعہ)،۱۱:-مسنون حج وعمرہ مدلل، ۱۲:-چندجدید معاشی مسائل اورمولانا تقی عثمانی مدظلہٗ کے دلائل کا جائزہ،۱۳:-ہدیۂ جواب (مولانا تقی عثمانی صاحب کے اعتراضات کا جواب)،۱۴:-صفاتِ متشابہات اور سلفی عقائد، ۱۵:-فقہ اسلامی (عائلی مسائل، مدلل)، ۱۶:-دین کا کام کرنے والوں کے لیے چندضروری باتیں، ۱۷:-تنقید وتحقیق پر مشتمل چند رسائل ومضامین، ۱۸:-تحفۂ اصلاحی (مولانا امین احسن اصلاحی کے مغالطوں کی نشاندہی اوران کا جواب، ۱۹:-ڈاکٹر اسرار احمد کے عقائد ونظریات،۲۰:-تحفۂ غامدی (جاوید احمد غامدی کے مغالطوں کی نشاندہی اوران کا جواب، ۲۱:-منکرین حدیث کے جواب میں ’’قرآن کو قرآن کے کہے کے مطابق سمجھئے‘‘،۲۲:-ہدیۂ فکر (تنظیم فکر ولی اللّٰہی کے جواب میں)،۲۳:-جوابِ نفیس، حافظ ظفر اللہ شفیق صاحب کی کتابوں امام حسینؓ اور واقعہ کربلا اور ’’اقرارِ مودت‘‘ پر تنقید وتحقیق،۲۴:-مقام عبرت (دو حصے) مولوی عمار خان ناصر کی حدود وقصاص اور توہین رسالت پر لکھی ہوئی کتابوں پر تنقید وتحقیق، ۲۵:-مولانا طارق جمیل کی بےاعتدالیاں، ۲۶:-حضرت مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے چار خلفاء کی ’’داستانِ عبرت‘‘، ۲۷:-عمار خان ناصر کا نیا اسلام اوراس کی سرکوبی، ۲۸:-صفاتِ متشابہات اور سلفی عقائد، ۲۹:-مریض و معالج کے اسلامی احکام، ۳۰:-سبزی منڈی کے آڑھت کے احکام، ۳۱:-جدید معاشی مسائل کی اسلامائزیشن کا جائزہ،۳۲:-اسلامی صکوک۔

اللہ تعالیٰ آپ کی جملہ حسنات کو قبول فرمائے اورآنے والی تمام منزلیں آپ کے لیے آسان فرمائے اور خلدِ بریں کا مکین بنائے۔آمین

سائٹ پر آن لائن اکاؤنٹ بنا کر پیسے کمانے کا حکم

ادارہ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

آج کل انٹرنیٹ پر آن لائن کھاتے کے حوالے سے بہت سی سائٹ ہیں، جن پر اکاؤنٹ بنا کر ان کے طریقے سے کام کر کے پیسے کمائے جا سکتے ہیں۔

آن لائن کمانے کے حوالے سے ایک پاکستانی سائٹ ہے: ''www.paywao.com'' اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے اس میں ''Email ID'' سے Register ہوں، پھر ۲ ڈالر پے (ادا) کریں گے، تو یہ سائٹ آپ کا اکاؤنٹ Upgrade کرے گی، آپ روزانہ کچھ Adds , Banner , Video دیکھ کر کچھ پیسے کما سکتے ہیں، مگر وہ پیسے بہت ہی کم ہیں، اس کو مزید بڑھانے کے لیے آپ اس سائٹ کی Publicity کریں اپنے لنک کے ساتھ، تاکہ جو بھی اس میں اپنا اکاؤنٹ کھولے گا میرے لنک کو استعمال کر کے تو وہ آگے جو بھی کام کرے گا تو اس کا کچھ Profit یا Commition مجھے ملے گا۔

جتنے بھی لوگ میرا لنک استعمال کر کے اس میں اکاؤنٹ کھولیں گے اور آگے کام کریں گے تو اس طرح میرا Profit بڑھے گا۔

جناب کیا اس طرح کی سائٹ پر کام کرنا اور اس کی Publicity کرنا جائز ہے؟ آپ بھی اس www.paywao.com کو دیکھ لیں، اور ہماری رہنمائی فرمائیں، آج کل بہت سے لوگ بنا تحقیق کے اس طرح کے کام کر رہے ہیں۔

جناب! آپ حضرات نے بہت سی سائٹ کی تحقیق کی ہوگی، اگر وہ صحیح ہیں تو برائے مہربانی ان سائٹ کا پتہ بتا دیں، تاکہ ہمیں انٹرنیٹ پر آن لائن کمانے کے حوالے سے صحیح جگہ سے ہی کام کرنے کا موقع مل جائے۔

مستفتی: محمد عمیر، جمشید روڈ، کراچی

الجواب حامدًا ومصلیًا

اس سائٹ کے اس صفحہ پر https://www.paywao.com/u.php?work جس میں تمام ہدایات درج ہیں، اس سائٹ سے اس پر کام کرکے پیسہ کمانے کا جو طریقہ کار لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

نیا شخص اس میں ۲ ڈالر دے کر اپنا اکاؤنٹ بناتا ہے، پھر سائٹ کی جانب سے اس کو مختلف ایڈز اور ویڈیوز دیکھنے کے لیے بتائی جاتی ہیں، جس میں اس کو ہر ایڈ دیکھنے کا کچھ معاوضہ دیا جاتا ہے۔ (ان ایڈز کے دیکھنے کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جن لوگوں نے یہ ایڈ لگائے ہوتے ہیں، ان کو یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کے ایڈ کو اتنے ہزار افراد دیکھ چکے ہیں) یہ ایڈز مختلف چیزوں کے ہوتے ہیں، جس میں خواتین کی تصاویر کو بھی دیکھنا پڑتا ہے۔ اس کمائی کو بڑھانے کے لیے یہ شخص اس سائٹ کی Multi-Level Marketing کے ذریعے پبلسٹی کرتا ہے اور نئے اکاؤنٹ بنواتا ہے، ہر ایک کے اکاؤنٹ بنانے پر اس کو اس میں سے کمیشن دیا جاتا ہے اور یہ نئے لوگ جن نئے لوگوں کو متعارف کرائیں گے، اس میں سے اس پہلے اکاؤنٹ والے کو بھی حصہ دیا جائے گا۔ اب اگر یہ شخص اپنا یہ کمایا ہوا پیسہ نکلوائے گا تو اس میں سے اس کو دس فیصد رقم سائٹ والوں کو دینی ہوگی۔

اس طریقہ کار پر کام کرکے پیسہ کمانا درج ذیل وجوہات کی بنا پر ناجائز ہے:

۱:- اس میں ایسے لوگ اشتہارات کو دیکھتے ہیں جن کا یہ چیزیں لینے کا کوئی ارادہ ہی نہیں، بائع کو ایسے دیکھنے والوں کی تعداد میں اضافہ دکھانا جو کہ کسی طرح بھی خریدار نہیں، یہ بیچنے والے کے ساتھ ایک قسم کا دھوکہ ہے۔

۲:- تصویر کسی بھی طرح کی ہو، اس کا دیکھنا جائز نہیں، لہٰذا اس پر جو اُجرت لی جائے گی، وہ بھی جائز نہ ہوگی۔

۳:- ان اشتہارات میں خواتین کی تصاویر بھی ہوتی ہیں، جن کا دیکھنا بدنظری کی وجہ سے مستقل گناہ ہے۔

۴:- اس طریق میں جس طریق پر اس سائٹ کی پبلسٹی کی جاتی ہے جس میں پہلے اکاؤنٹ بنانے والے کو ہر نئے اکاؤنٹ بنانے والے پر کمیشن ملتا رہتا ہے، جب کہ اس نے اس نئے اکاؤنٹ بنوانے میں کوئی عمل نہیں کیا، اس بغیر کسی کام کے کمیشن لینے کا معاہدہ کرنا اور اس پر اُجرت لینا

بھی جائز نہیں۔

۵:- شریعت میں بلا محنت کی کمائی کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے اور اپنی محنت کی کمائی حاصل کرنے کی ترغیب ہے اور اپنے ہاتھ کی کمائی کو افضل کمائی قرار دیا ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

''عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عُمَيْرِ الْأَنْصَارِيِّ، قَالَ: سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْکَسْبِ أَطْيَبُ؟ قَالَ: '' عَمَلُ الرَّجُلِ بِيَدِہٖ، وَكُلُّ بَيْعٍ مَّبْرُوْرٍ.'' (شعب الایمان، ج:۲،ص:۴۳۴)

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ سب سے پاکیزہ کمائی کونسی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: آدمی کا خود اپنے ہاتھ سے محنت کرنا اور ہر جائز اور مقبول بیع۔''

''قوله: (مبرور) أي مقبول في الشرع بأن لا يكون فاسدًا، أو عند اللّٰه بأن يكون مثاباً به.'' (شرح المشکاۃ للطیبی، الکاشف عن حقائق السنن، ج:۷،ص:۲۱۱۲)

لہٰذا حلال کمائی کے لیے کسی بھی ایسے طریقے کو اختیار کرنا چاہیے کہ جس میں اپنی محنت شامل ہو، ایسی کمائی زیادہ بابرکت ہوتی ہے:

''مطلب في أجرة الدلال ،قال في التتارخانية: وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل ، وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير كذا ، فذاك حرام عليهم. وفي الحاوي: سئل محمد بن سلمة عن أجرة السمسار ، فقال: أرجو أنهٗ لا بأس بهٖ وإن كان في الأصل فاسدًا لكثرة التعامل وكثير من هٰذا غير جائز ، فجوزوه لحاجة الناس إليه كدخول الحمام.'' (شامی، ج:۶،ص:۶۳)

''الإجارة على المنافع المحرمة كالزنى والنوح والغناء والملاهي محرمة وعقدها باطل لا يستحق بهٖ أجرة. ولا يجوز استئجار كاتب ليكتب لهٗ غناءً ونوحًا ، لأنهٗ انتفاع بمحرم. وقال أبو حنيفةؒ: يجوز ، ولا يجوز الاستئجار على حمل الخمر لمن يشربها ، ولا على حمل الخنزير .'' (الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، ج:۱،ص:۲۹۰)

فقط واللہ اعلم

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	کتبہ
ابوبکر سعید الرحمٰن	محمد عبدالقادر	رفیق احمد بالاکوٹی	محمد عمر رفیق
			متخصص فقہ اسلامی

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

نقد و نظر

ادارہ

خلاصہ ''منتخب الحسامی''

مولانا عبد الرؤف منوری صاحب۔ صفحات:۲۷۲۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ عمر فاروقؓ، ۴/۴۹۱، شاہ فیصل کالونی، کراچی۔

زیرِ تبصرہ کتاب اُصولِ فقہ کی مشہور کتاب حسامی کا مختصر مگر پر اثر خلاصہ اور شرح ہے، جس میں منتخب الحسامی کی طویل عبارت کے تحت مختصر اور جامع مانع خلاصہ بیان کیا گیا ہے۔ جہاں ضرورت تھی وہاں توضیحی نقشوں کے ذریعہ بھی بات سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے، تاکہ ایک نظر میں پوری بحث کا خلاصہ ذہن نشین ہو جائے۔ کتاب کے شروع میں کئی علمائے کرام کی تقریظات اور تصدیقات بھی ثبت ہیں جو کتاب کی ثقاہت کے لیے کافی دلیل ہیں۔ البتہ کتاب کے ٹائٹل پر ''تقریظات'' کے لفظ کو ''ظ'' کے بجائے ''ض'' سے لکھا گیا ہے جو صاف آئینہ پر داغ کی طرح محسوس ہوتا ہے اور کاغذ میں بھی توسع سے کام نہیں لیا گیا۔ امید ہے آئندہ اس طرف توجہ دی جائے گی۔

ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین (ﷺ)

ابو زکریا محی الدین یحییٰ بن شرف النووی الدمشقیؒ۔ صفحات: ۵۷۸۔ عام قیمت: ۴۵۰ روپے۔ ملنے کا پتا: مکتبہ زم زم، نزد مقدس مسجد، اردو بازار، کراچی۔

زیرِ تبصرہ کتاب ''ریاض الصالحین'' کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے پناہ قبولیت عطا فرمائی ہے، بہت سارے اداروں نے اپنے اپنے انداز میں بارہا اس کو چھاپا ہے۔ مکتبہ زم زم کے حضرات نے اس کو نئے اور خوبصورت انداز میں چھاپ کر اس کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ پوری کتاب کی عبارت پر اعراب لگائے گئے ہیں، تاکہ عام آدمی بھی اس کو پڑھ سکے اور کتاب کو مُلوَّن یعنی دو رنگوں میں چھاپا گیا

ہے اور کاغذ بھی اعلیٰ قسم کا لگایا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات کی اس محنت کو قبول فرمائے۔

جامع التصاريف

مولانا محبّ اللہ صاحب جاڑیجہ۔ صفحات: ۵۱۷۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: جامعہ باب الاسلام ٹھٹھہ، سندھ، پاکستان۔

حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے فاضل اور جامعہ باب الاسلام ٹھٹھہ کے استاذ ہیں۔ علم الصرف سے ان کا تعلق اور ذوق وشوق ابتداء ہی سے تھا اور ماشاء اللہ! تیس اکتیس سالہ تدریسی تجربہ اور دس سالہ محنت شاقہ کے بعد ''جامع التصاريف'' کے نام سے یہ کتاب معرضِ وجود میں لائے ہیں۔ کتاب کیا ہے، گویا تمام صرف کی کتابوں کا عرق اور نچوڑ ہے جو انہوں نے تشنگانِ علم صرف کی پیاس بجھانے کے لیے پیش کردیا ہے۔ کتاب کے شروع میں اکابر علمائے کرام اور مدرسین حضرات کی تقاریظ بھی موجود ہیں جو اس کتاب کی افادیت پر شاہد ہیں۔ اللہ تعالیٰ طلبہ کرام کو اس سے استفادہ کرنے اور اس کے مؤلف ومعاونین کے لیے نجاتِ اخروی کا ذریعہ بنائے، آمین!

شواهد النحو وإجراءُ بالقرآن الكريم تحت هداية النحو

مفتی عبداللہ اسلم صاحب۔ صفحات: ۱۸۸۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: ادارہ نشریاتِ اسلام، منصور منزل بالمقابل مسلم ماڈل ہائی اسکول، اردو بازار، لاہور۔

چونکہ قرآن کریم، احادیثِ رسول اور تمام عربی علوم عربی زبان میں ہیں اور عربی لغت کا سمجھنا اور سمجھانا علم صرف اور علم نحو کے سمجھنے پر موقوف ہے اور علم صرف اور علم نحو کے قواعد کا صحیح معنوں میں استعمال تب ہوسکتا ہے، جب کہ ان قواعد کا صحیح معنوں میں اجراء اور انطباق آتا ہو، اس لیے صرف اور نحو میں محض پڑھنے پڑھانے اور رَٹنے سے زیادہ قواعد کے اجراء پر زور دیا جاتا ہے اور وہ استاذ کامیاب استاذ کہلاتا ہے جو صرف اور نحو کا اپنے طلبہ سے زیادہ سے زیادہ اجراء کراتا ہو۔

اس کتاب کے مؤلف نے ''هداية النحو'' کے تمام قواعد کا اجراء اور ان قواعد کی مثالیں قرآن کریم سے نقل کی ہیں، ایک تو اس وجہ سے تاکہ قرآن کریم کے ساتھ بھی مناسبت ہو اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اکثر طلباء قرآن کریم کے حافظ ہوتے ہیں تو ان کو یہ مثالیں جلدی ازبر بھی ہوجاتی ہیں اور دیر تک یاد بھی رہتی ہیں۔ بہرحال یہ کتاب علم نحو سے تعلق بڑھانے والوں کے لیے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں، البتہ کتاب کا کاغذ بہت ہلکا لگایا ہے جو کتاب کے شایانِ شان نہیں۔

شیخ التفسیر مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الحدیث مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ۔ صفحات: ۲۷۲۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہؓ، خالق آباد، نوشہرہ۔

زیرِ تبصرہ کتاب حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی دامت برکاتہم کے فیضِ قلم سے وجود میں آئی ہے، جو ماہنامہ ''القاسم'' کی بیسویں خصوصی اشاعت ہے، ذوالقعدہ، ذوالحجہ ۱۴۳۶ھ مطابق ستمبر، اکتوبر ۲۰۱۵ء کے دو ماہ پر مشتمل ہے۔ کتاب کے ٹائٹل پر اس کا تعارف یوں کرایا گیا ہے:

''جس میں حضرت کی سیرت وسوانح، آپ بیتی، مشاہدات، مجالس وافادات، علمی وادبی مکتوبات، نوادر علماء کی حوصلہ افزائیاں وتبجیعات، عشق رسول کے دل چسپ واقعات، فقیہانہ جلالت قدر اور فتاویٰ جات، عارفانہ واقعات، ایک لاجواب علمی، فقہی، روحانی اور ادبی سوغات۔''

چونکہ بزرگوں کے ملفوظات اور سوانح سے زندگی گزارنے کے اصول وآداب اور علمی وروحانی راہیں ملتی ہیں، اسی لیے ان کو منظر عام پر لایا جاتا ہے، تاکہ بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ منزل مل سکے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جزائے خیر دے ''القاسم اکیڈمی'' کے کارپردازوں کو کہ وہ وقتاً فوقتاً اکابر کی سوانح اور ملفوظات سے ہم سب کو روشناس کراتے رہتے ہیں۔ امید ہے باذوق حضرات اس کتاب کی قدر افزائی فرمائیں گے۔

مصباح الملہم، خلاصہ صحیح مسلم

مولانا عبدالرؤف مانسہروی۔ صفحات: ۲۶۴۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: مکتبہ عمر فاروقؓ، ۴/۴۹۱، شاہ فیصل کالونی، کراچی۔

اس کتاب میں صحیح مسلم کے کتاب البیوع، ایمان ونذور، اقضیہ، ہبہ اور فرائض وغیرہ کی احادیث کو مختصر اور عام فہم انداز میں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ائمہ کرام کے اختلافات کو بھی احسن انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ نیز یہ خلاصہ صحاحِ ستہ کے ''أبواب البیوع'' کے لیے بھی مدد ومعاون ہوگا۔ دورہ حدیث اور مشکوٰۃ المصابیح پڑھنے والے طلبہ کے لیے ایک عمدہ سوغات ہے۔

امید ہے طلبہ اور اساتذہ ایک بار ضرور اس کتاب کا مطالعہ فرمائیں گے۔ کتاب کا کاغذ اور طباعت عمدہ ہے۔

إرشاد الصرف باللغة العربية مع الأسئلة والتمارين

الشیخ منظور شاہ مشوانی الدیروی۔صفحات: ۲۴۸۔ قیمت: درج نہیں۔ ناشر: ربیع الابرار للطباعۃ والنشر والتوزیع، کراتشی، باکستان۔

علم صرف کی مشہور ابتدائی کتاب ''ارشاد الصرف'' کو حضرت مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی زبان میں تصنیف کیا تھا۔ یہ ان کے اخلاص کی برکت ہے کہ یہ کتاب درجہ اولیٰ کے نصاب میں شامل ہے، لیکن چونکہ ایک تو اس کے قواعد وغیرہ مشکل ہیں، اور دوسرا یہ کہ یہ فارسی زبان میں ہے تو طلبہ کو دوہری مشقت اُٹھانا پڑتی تھی، فارسی زبان کی بہ نسبت عربی لغت سہل ہے، اس لیے حضرت مولانا منظور شاہ صاحب مشوانی سابق استاذ جامعہ فاروقیہ نے اس کو عربی زبان میں ڈھالا اور مولانا عبدالرشید بن مقصود الہاشمی صاحب نے سوال وجواب اور تمرینوں کا اضافہ کرکے اس کو مرتب کیا ہے۔اب یہ کتاب کافی حد تک طلبہ کے لیے آسان ہوگئی ہے۔البتہ کاغذ کتاب کے شایانِ شان نہیں لگایا گیا۔اللہ تعالیٰ ہر دو حضرات کی محنت وسعی کو قبول فرمائے اور طلبہ کے لیے اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ مفید بنائے۔آمین

.....❁.....❁.....❁....